سلسلہ :: رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: بائیسویں

رسالہ نمبر 3

صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین ۱۳۰۶ھ

دونوں ہتھیلیوں سے مصافحہ ہونے میں چاندی کی تختیاں

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

رسالہ
صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین ١٣٠٦ھ
(دونوں ہتھیلیوں سے مصافحہ ہونے میں چاندی کی تختیاں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۲۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور آج کل جو غیر مقلد لوگ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور دونوں ہاتھ سے مصافحہ کو ناجائز و خلاف احادیث جانتے ہیں ان کا یہ دعوی صحیح ہے یا غلط؟ **بینوا توجروا** (بیان فرماؤ اجر پاؤ)

الجواب:

الحمدللہ اللھم لك الحمد یا باسط الیدین بالرحمۃ تنفق کیف تشاء ،تصافح حمدك بمزید رفدك کما تعانق شکرك والعطاء ،صل وسلم وبارك علی من یداہ بحر النوال ،ومتبعا الزلال وجنتا البلاء ،وعلی الہ وصحبہ و اھلہ وحزبہ ماتصافحت الایدی عند اللقاء واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الباسط کفیہ بالجود والصلۃ وعلی الہ وصحبہ اولی الود و الاخاء والفیض والسخاء فی العسر والرخاء الی تصافح الاحباب وتعانق الاخلاء۔ اٰمین الہ الحق امین۔

بیشک ،دونوں ہاتھ سے مصافحہ جائز ہے۔اکابر علماء نے اس کے مسنون ومندوب ہونے

کی تصریح فرمائی اور ہر گز ہر گز نام کو بھی کوئی حدیث اس سے ممانعت میں نہ آئی۔ جائز شرعی کی ممانعت ومذمت پر اتر نا شریعت مطہرہ پر افتراء کرنا ہے **والعیاذ باللہ رب العالمین**۔

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ قبل اس کے کہ اس اجمال کی تفصیل کرے، ایک واقعہ طیبہ ورؤیائے صالحہ ذکر کرتا ہے۔ **وللہ الحمد والمنۃ ومنہ الفضل والنعمۃ**۔

یہ مسئلہ فقیر غفرلہ المولی القدیر سے روز جمعہ ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ کو بعد نماز پوچھا گیا۔ جواب زبانی بیان میں آیا اور از انجاکہ آج کل قدرے علالت اور بوجہ مشاغل درس قلت مہلت تھی قصد کیا کہ جمعہ آئندہ کی تعطیل ان شاء اللہ **تعالٰی** تحریر جواب کی کفیل ہوگی۔ اس اثناء میں سوال مذکور کا خیال بھی دل سے اتر گیا۔ ناگاہ شب سہ شنبہ ۲۳ ماہ مسطور کہ سر بشمال و روبقبلہ میں سوتا اور بخت بیدار تھا۔ خاص صبح کے وقت **بحمداللہ** دیکھا کہ سمت مدینہ طیبہ سے امام علام، مرشد الانام، قاضی البلاد ومفتی العباد، فقیہ النفس، مقارب الاجتہاد، امام اجل، ابوالمحاسن فخر الملۃ والدین ابوالمفاخر، حسن ابن امام بدرالدین منصور ابن امام شمس الدین محمود ابوالقاسم بن عبدالعزیز اوزجندی فرغانی معروف بہ امام قاضی خاں **قَدَّسَ اللہُ تَعَالٰی سرّہ۔ فَاَفَاضَ عَلَیْنَا نُوْرَہٗ**، (جن کے فتاوٰی کے لئے شرقا غربا اعلٰی درجہ کا اعتبار اور اشتہار اور ان کا امام مجتہد، فقیہ النفس اعظم عمائد سے ہونا آشکار) فقیر کے سرہانے تشریف لائے، بلند بالا متوسط بدن، سفید پوشاک زیب تن، وسیع گھیر نیچے دامن، اور بزبان فارسی یہ دو جملے ارشاد فرمائے:

"مسند ایشاں حدیث انس است واو رامفہوم نیست"	اس کی دلیل حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ والی حدیث ہے اس کا مفہوم مخالف مراد نہیں۔(ت)

لفظ یہی تھے یا اس کے قریب، معاجمال مبارک دیکھتے ہی قلب فقیر میں القاء ہوا کہ یہ امام قاضی خاں رحمہ اللہ تعالٰی ہیں۔ اور کلام مقدس سنتے ہی دل میں آیا کہ اسی مسئلہ مصافحہ کی نسبت ارشاد ہے **والحمدللہ رب العالمین**۔

فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی کو اس خواب مبارک کے ذکر سے مخالفین پر حجت لانا مقصود نہیں کہ وہ تو خواب کے اصلا قدر وقیمت نہیں رکھتے اگرچہ احادیث صحیحہ سے ثابت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے امر عظیم جانتے اور اس کے سننے، پوچھنے، بتانے، بیان فرمانے میں نہایت درجے کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے:

هَلْ رَاٰی اَحَدٌ اللَّيْلَةَ رُؤْيَا[1]۔	آج کے شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟

جس نے دیکھا ہوتا عرض کرتا۔ حضور تعبیر فرماتے۔ احمد وبخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ وطبرانی وحکیم ترمذی وابن جریر وابن عبدالبر وابن النجار وغیرہم محدثین کبار کے یہاں احادیث انس وابوہریرہ وعبادہ بن صامت وابوسعید خدری وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عمرو وعبداللہ بن مسعود وعبداللہ بن عباس وجابر بن عبداللہ وعوف بن مالک وابورزین عقیلی وعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمان کی خواب نبوت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا عـــہ ہے"[2]
صحیح بخاری میں ابوہریرہ اور صحیح مسلم وسنن ابی داؤد میں عبداللہ بن عباس اور احمد وابنائے ماجہ وخزیمہ وحبان کے یہاں بسند صحیح ام کرز کعبیہ ___ اور مسند احمد میں ام المومنین صدیقہ ___ اور معجم کبیر طبرانی میں بسند صحیح حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی وھذا لفظ الطبرانی (یہ الفاظ طبرانی کے ہیں۔ت) حضور لامع النور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذَهَبَتِ النُّبُوَّةُ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدِي اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قِيْلَ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ يَرَاهَا الرَّجُلُ اَوْتُرٰى لَهٗ[3]۔	نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہ ہوگی مگر بشارتیں، عرض کی گئی وہ بشارتیں کیا ہیں؟ فرمایا: نیک آدمی کہ خواب خود دیکھے یا اس کے لئے دیکھی جائے۔

اسی طرح احادیث اس بارہ میں متوافر اور اس کا امر عظیم مہتم بالشان ہونا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عـــہ: حدیثیں اس بارے میں مختلف آئیں۔ چوبیسواں، پچیسواں، چھبیسواں، چالیسواں، چوالیسواں، پینتالیسواں، چھیالیسواں، پچاسواں، سترھواں، چھہترواں ٹکڑا سب وارد ہیں۔ لہذا فقیر نے مطلق ایک ٹکڑا کہا اور اکثر احادیث صحیحہ میں چھیالیسواں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ۱۲منہ

---

[1] جامع الترمذی ابواب الرؤیا امین کمپنی دہلی ۲/ ۵۳، صحیح البخاری کتاب التعبیر باب تعبیر الرؤیا بعد صلوٰۃ الصبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۴۳، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرؤیا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

[2] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرؤیا آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۹، صحیح البخاری کتاب التعبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۴و۱۰۳۵

[3] المعجم الکبیر حدیث ۳۰۵۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۷۹

سے متواتر۔ان کی تفصیل موجب تطویل۔

اور احمد و بخاری و ترمذی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا اَرٰی اَحَدُکُمُ الرُّؤْیَا یُحِبُّھَا فَاِنَّمَا ھِیَ مِنَ اللّٰہِ فَلْیَحْمَدِ اللّٰہَ عَلَیْھَا وَلْیُحَدِّثْ بِھَا غَیْرَہ[4]۔	جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جو اسے پیارا معلوم ہو تو وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے چاہئے کہ اس پر اللہ تعالٰی کی حمد بجالائے اور لوگوں کے سامنے بیان کرے۔

فقیر بے نوا کو اس سے زیادہ کیا پیارا ہوگا کہ ایک امام اجل، رکن شریعت، ہادی ملت اس پر اپنا پر تو اجلال ڈالے۔اور محض اس کی امداد اور ارشاد کے لئے غریب خانہ پر بنفس نفیس کرم فرمائے اور بے سابقہ عرض و درخواست خود بکمال مہربانی مسئلہ دین ورد مخالفین تعلیم کرے۔کیا وہ غریب خستہ فقیر دل شکستہ اس سے امید نہ کرے گا کہ باوجود میرے ان عظیم وشدید گناہوں کے میرا رؤف ورحیم مولٰی عزوجل وعلا میرے ساتھ ایک نظر خاص رکھتا ہے اور مجھ سے ذلیل۔بے وقعت، خوار، بے حیثیت کا افتاء بھی اس بارگاہ رحمت میں گنتی شمار کے قابل ٹھہرائے۔

فالحمدللہ الذی بنعمتہ وجلالہ تتم الصالحات والصلوۃ والسلام علی کنز الفقراء، حرز الضعفاء عظیم الرجاء، عمیم العطیات وعلی الہ و صحبہ اجمعین ۔ و الحمدللہ رب العالمین۔	تمامی تعریف ثابت ہے اس معبود حقیقی کے لئے جس کی نعمت وعظمت کے طفیل نیکیاں تمام و کمال کو پہنچیں،اور درود وسلام نازل ہو اس ذات اقدس پر جو فقیروں کا خزانہ، کمزوروں کی پناہ گاہ،بڑی امید والے اور عام بخشش کرنے والے ہیں اور ان کے تمام آل واصحاب پر تمامی تعریف سارے جہاں کے پالنہار کے لئے ہے۔(ت)

معہذا یہ بھی سنت صحابہ سے ثابت کہ جو خواب ایسا دیکھا گیا جس میں ان کے قول کی تائید نکلی اس پر ارشاد ہوئے اور دیکھنے والے کی توقیر بڑھادی، صحیحین[5] میں ہے ابو حمزہ ضبعی نے تمتع حج میں خواب دیکھا

---

[4] صحیح البخاری کتاب التعبیر باب الرؤیا من اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۳۴، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۸

[5] صحیح البخاری کتاب المناسك باب التمتع الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۳

جس سے مذہب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تائید ہوئی، ابن عباس نے ان کا وظیفہ مقرر کردیا اور اس روز سے انھیں اپنے ساتھ تخت پر بٹھانا شروع کیا،

ان وجوہ پر نظر تھی کہ فقیر نے یہ خواب ذکر کی، خواب دیکھتے ہی آنکھ کھلی، نماز کا وقت تھا، وضو میں مشغول ہوا، اثنائے وضو ہی میں خیال کیا تو یاد آیا کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جامع ترمذی میں مروی کہ سائل نے عرض کی:

افیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم [6]۔	یعنی یارسول اللہ! جب مسلمان مسلمان سے ملے تو اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے۔ فرمایا ہاں۔

اس میں لفظ "یدہ" بصیغہ مفرد واقع ہوا لہٰذا ان صاحبوں کا محل استناد ٹھہرا۔

اب قبل اس کے کہ جواب امام علیہ الرحمۃ المنعام کی توضیح اور دیگر مباحث نفیسہ کی جو بحمد اللہ قلب فقیر پر فائض ہوئے تصریح کروں، پہلے اس کا بیان کرنا ہے کہ امام ہمام قدس سرہ نے خاص حدیث انس کو کیوں ان کا مستند بنایا حالانکہ کلمہ ید بصیغہ مفرد اس کے سوا اور بھی کئی حدیثوں میں آیا، اس تحقیق کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ ان حدیثوں سے بھی جواب کھل جائے گا۔

فاقول: وباللہ التوفیق وہ احادیث مصافحہ جن میں لفظ ید بصیغہ مفرد واقع تین قسم ہیں:

قسم اول: احادیث فضائل جن میں مصافحہ کی ترغیب اور اس کی خوبیوں کا بیان ہے ___ مثلاً:

حدیث حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما جسے طبرانی نے معجم اوسط اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صالح روایت کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَالَقِیَ الْمُؤْمِنَ فَسَلَّمَ عَلَیْہِ وَاَخَذَبِیَدِہٖ فَصَافَحَہ تَنَاثَرَتْ خَطَایَاھُمَا کَمَاتَنَاثَرُوَرَقُ الشَّجَرِ [7]۔	جب مسلمان سے مسلمان مل کر سلام کرتا اور ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے ان کے گناہ جھڑپڑتے ہیں جیسے پیڑوں کے پتے۔

[6] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[7] المعجم الاوسط حدیث ۷۲۴۰ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/ ۱۸۴، شعب الایمان فصل فی المصافحہ حدیث ۸۹۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۷۳

حدیث سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ معجم کبیر طبرانی میں بسند حسن مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَالَقِیَ اَخَاہُ الْمُسلم فاخذ بِیَدِہٖ تَحَاتَتْ عَنْهُمَا ذُنُوْبُهُمَا[8]۔	مسلمان جب اپنے بھائی سے مل کر اس کا ہاتھ پکڑتا ہے ان کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔

حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ امام احمد نے ایسی سند سے جس کے سب رجال سوا میمون بن موسٰی مرئی بصری صدوق مدلس کے ثقات عدول ہیں اور نیز ابویعلی وبزار نے روایت کی:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ مُسْلِمَیْنِ اَلْتَقِیَا فَاَخَذَ اَحَدُ هُمَا بِیَدِ صَاحِبِہٖ اِلَّا مَا کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ عَزَّوَ جَلَّ اَنْ یَّحْضر دُعَا ئَهُمَا وَلَا یُفَرِّقُ بَیْنَ اَیْدِیْهِمَا حَتّٰی یَغْفِرَ لَهُمَا[9]۔	جب دو مسلمان ملاقات کے وقت ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اللہ تعالٰی پر حق ہے کہ ان کی دعا قبول فرمائے اور ان کے ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں کہ ان کے گناہ بخش دے۔

حدیث براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ احمد نے مسند اور ضیاء نے مختارہ میں بسند صحیح روایت کی حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما مسلمین التقیا فاخذ احد ہما بید صاحبه و تصافحا وحمدالله جمیعا تفرقا لیس بینهما خطیئة[10]۔	جو دو مسلمان آپس میں مل کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑیں اور مصافحہ کریں اور دونوں حمد الٰہی بجالائیں بیگناہ ہو کر جدا ہوں۔

نیز **حدیث** براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ بیہقی نے بطریق یزید بن براء تخریج کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لایلقی مسلم مسلما فیر حب به ویاخذ	جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ

[8] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۵۰ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۶/ ۲۵۶

[9] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۴۲، الترغیب والترہیب بحوالہ احمد والبزار وابی یعلٰی الترغیب فی المصافحہ حدیث ۴ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۲

[10] مسند احمد بن حنبل عن براء بن عازب المکتبۃ الاسلامی بیروت ۴/ ۲۹۳و۲۹۴

بیدہ الاتناثرت الذنوب بینهما کما یتناثر ورق الشجر [11]۔	ملائے ان کے گناہ برگ درخت کی طرح جھڑ جائیں۔

اقول: اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ الفاظ وحدت ید میں ہیں تاہم ان دونوں حدیثوں میں منکرین کے لئے حجت نہیں۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ مقام ترغیب وترهیب میں غالبا ادنٰی کو بھی ذکر کرتے ہیں کہ جب اس قدر پر یہ ثواب یا عقاب ہے تو زائد میں کتنا ہوگا۔ اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس سے زائد مندوب یا محذور نہیں۔ ترهیب کی مثال تو یہ لیجئے۔

ابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اعان علی قتل مومن بشطر کلمة لقی الله مکتوبا بین عینیه ایس من رحمة الله [12]۔	جو کسی مسلمان کے قتل پر آدھی بات کہہ کر اعانت کرے اللہ سے اس حالت پر ملے کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہو خدا کی رحمت سے ناامید۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ آدھی بات کہہ کر اعانت کرے تو مستحق عذاب اور ساری بات سے مدد کرے تو نہیں؟ یہاں محل ترغیب ہے زیادہ مثالیں اسی کی سنئے، مثلا اگر کوئی یوں کہے کہ جو شخص اللہ تعالٰی کی راہ میں ایک پیسہ دے اللہ تعالٰی اس پر رحمت فرمائے اس کے یہ معنٰی نہ ہوں گے کہ دو پیسے دے گا تو رحمت نہ ہوگی۔

بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور امام مالک مؤطا میں بطریق سعید بن یسار مرسلا اور طبرانی وابن حبان ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور معجم کبیر میں ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

وهذا حدیث ابن حبان فی صحیحه عن عائشه رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ان الله	یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان جو ایک چھوہارا یا ایک نوالہ اللہ کی راہ میں دے اللہ تعالٰی اسے ایسا بڑھاتا

[11] شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۷۵

[12] سنن ابن ماجہ ابواب الدیات باب التغلیظ فی قتل مسلم ظلما ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۹۱

لیربی لاحد کم التمرۃ واللقمۃ کما یربی احد کم فلوہ اوفصیلہ حتی یکون مثل احد[13]۔	اور پالتا ہے جیسے آدمی اپنے بچھرے یا بوتے کو پرورش کرے یہاں تک کہ بڑھ کر کوہ احد کے برابر ہو جاتا ہے۔

اور صحاح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لفظ یوں ہیں:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من تصدق بعدل تمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب فان اللہ یتقبلھا بیمینہ[14]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو ایک چھوہارے برابر پاک مال سے خیرات کرے اور اللہ تعالٰی قبول نہیں کرتا مگر پاک کو، تو رب عزوجل اسے اپنے داہنے دست قدرت سے قبول فرماتا ہے۔

کوئی احمق سے احمق بھی ان حدیثوں سے یہ معنی نہ سمجھے گا کہ ایک چھوہارے یا ایک ہی نوالہ کی خصوصیت ہے ایک دے گا تو قبول بھی ہوگا اور ثواب بھی بڑھے گا، جہاں دو یا زائد دے پھر نہ قبول کی توقع نہ ثواب کی ترقی ____ نہیں نہیں، بالیقین یہی معنٰی ہیں کہ ایک لقمہ یا ایک خرما بھی ان نیک جزاؤں کا باعث ہے۔ یوں ہی ان احادیث کا یہ مضمون نہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ ہوگا تو وہ ثواب ملے گا دو ہاتھ سے کیا تو ناجائز ہوا یا اجر گیا۔ بلکہ بر تقدیر[عـــہ] مذکور ان کا اسی قدر مفاد کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ بھی اس جزائے نیک کے لئے کافی ہے۔

قسم دوم: وہ احادیث جن میں وقائع جزئیہ کی حکایت ہے یعنی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا فلاں صحابی نے فلاں شخص سے یوں مصافحہ فرمایا۔

حدیث حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ سنن ابی داؤد میں بروایت ام المومنین

عـــہ: یعنی اس تقدیر پر کہ وہ الفاظ ارادہ وحدت ید میں فرض کرلئے جائیں۔

---

[13] موارد الظمآن الی زوائد ابن حبان حدیث ۸۱۹ المطبعۃ السلفیہ ص ۲۰۹

[14] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب الصدقہ من کسب طیب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۹، صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب بیان اسم الصدقہ یقع علی کل نوع من المعروف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۶، جامع الترمذی ابوب الزکوٰۃ باب ماجاء فی فضل الصدقۃ امین کمپنی دہلی ۱/ ۸۴

صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مروی:

کانت اذا دخلت علیه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قام الیها فاخذ بیدها فتقبلها و اجلسها فی مجلسه وکان اذا دخل علیها قامت الیه فاخذته بیده فتقبلته و اجلسته فی مجلسها[15]۔	جب حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا خدمت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتیں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قیام فرماتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دیتے اور اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے وہ حضور کے لئے قیام کرتیں اور دست اقدس لے کر بوسہ دیتیں اور حضور والا کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہا وبارک وسلم۔

حدیث معجم طبرانی کبیر:

عن ابی داؤد الاعمٰی قال لقینی البراء بن عازب فاخذ بیدی وصافحنی و ضحك فی وجهی فقال تدری لما اخذت بیدك قلت لا الا انی ظننت انك لم تفعله الالخیر۔فقال ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لقینی ففعل بی ذلك۔[16] الحدیث	یعنی ابوداؤد اعمی نے کہا حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ مجھے ملے میرا ہاتھ پکڑا اور مصافحہ کیا اور میرے سامنے ہنسے پھر فرمایا: تو جانتا ہے میں نے کیوں تیرا ہاتھ پکڑا؟ میں نے عرض کی: نہیں مگر اتنا جانتا ہوں کہ آپ نے کچھ بہتر ہی کے لئے ایسا کیا، فرمایا: بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھ سے ملے تو حضور نے میرے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمایا۔

اقول: یہ بھی اصلا قابل استناد نہیں۔ قطع نظر اس سے یہ حدیث طبرانی پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ ابی داؤد اعمٰی رافضی سخت مجروح متروک ہے۔ امام ابن معین نے اسے کاذب کہا، اور حدیث حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا میں ممکن کہ ہاتھ پکڑنا بوسہ دینے کے لئے ہو۔

---

[15] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی القیام آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۸

[16] الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی المصافحة حدیث ۳ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۲، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی باب المصافحة الخ دار الکتاب بیروت ۸/ ۳۷

بہر حال ان میں نہیں مگر وقائع جزئیہ کی حکایت اور عقلا ونقلا مبرہن وثابت کہ وہ حکم عام کو مفید نہیں ہزار جگہ ائمہ دین کو فرماتے سنئے گا۔

واقعة حال لاعموم لها قضية عين فلا تعم۔	واقعہ حال کے لئے عموم نہیں اور قضیہ معین عام نہیں ہوتا۔(ت)

خلاصہ یہ کہ ان سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوا یا ہمیشہ ایسا ہی ہونا چاہئے بلکہ صرف اتنا مستفاد کہ اس بار ایسا ہوا پھر کسی واقعے میں دو امروں سے ایک کا وقوع کبھی یوں ہوتا ہے کہ یہ جو واقع ہوا دوسرے سے افضل تھا بوجہ فضیلت اسے اختیار کیا کبھی یوں کہ دونوں مساوی تھے،ایک مساوی کرلیا، کبھی یوں کہ وہ دوسرا ہی افضل تھا اور اس واقعے میں بیان جواز کے لئے یہ مفضول صادر ہوا۔ کبھی یوں کہ اس پر کوئی ضرورت حائل تھی۔

الی غیر ذٰلك من الاحتمالات الکثیرۃ الشائعة التی لاتبقی للاستدلال علینا ولا اثرا۔	اس کے علاوہ بہت سے احتمالات مشہور ہیں جو ہمارے خلاف استدلال کی صلاحیت نہیں رکھتے۔(ت)

اسی لئے جو لوگ مفہوم مخالف کے قائل ہیں وہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ واقعہ جزئیہ میں نہ ہو، ورنہ بالاجماع ماعدا سے نفی کو مفید نہ ہوگا کما نص عَلَیْہِ عُلَمَاءُ الاُصُوْل (جیسا کہ علمائے اصول نے اس پر نص قائم کی ہے۔ت)

قسم سوم: وہ روایات جو خاص کیفیت مصافحہ میں وارد ہیں۔ یہ البتہ قابل لحاظ ہیں کہ اگر کچھ بوئے استناد نکل سکتی ہے تو انھیں میں ہے، یہ دو حدیثیں ہیں:

حدیث اول: جامع ترمذی میں ہے:

حدثنا احمد بن عبدۃ الضبی نا یحیی بن مسلم الطائفی عن سفین عن منصور عن خیثمة عن رجل عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم قال من تمام التحیة الاخذ بالید[17]۔	احمد بن عبدۃ الضبی نے یحیٰی بن مسلم سے اس نے سفین سے انھوں نے منصور انھوں نے منصور انھوں نے خیثمہ انھوں نے ایک شخص کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث روایت کی کہ حضور نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ پکڑنا کامل سلام میں سے ہے۔

[17] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحة امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

اقول: یہ حدیث بھی لائق احتجاج نہیں۔

اوّلا: اس کی سند ضعیف ہے۔ جس میں **عن خیثمۃ عن رجل**۔ ایک مجہول واقع۔

ثانیًا: امام المحدثین محمد بن اسمعیل بخاری نے یہ حدیث تسلیم نہ فرمائی اور اس کے غیر محفوظ ہونے کی تصریح کی۔ یحیٰی بن مسلم طائفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن پر اس حدیث کا مدار ہے **کما فی الترمذی**[18] جیسا کہ ترمذی میں ہے۔ت) علماء محدثین ان کا حافظہ برا بتاتے ہیں کما فی التقریب (جیسا کہ تقریب میں ہے۔ت) امام بخاری کہتے ہیں میرے نزدیک یہاں بھی ان کے حفظ نے غلطی کی۔ انھوں نے سند مذکور سے حدیث: **لاسمر الا لمصل او مسافر**[19] (رات کی گفتگو صرف نمازی یا مسافر کے لئے جائز ہے۔ یعنی بعد نماز عشاء باتیں کرنا سمر کے معنی رات میں بات کرنا ہے۔ت) سنی بھی بھول کر اس کی جگہ یہ روایت کر گئے حالانکہ یہ تو صرف عبدالرحمٰن بن یزید یا اور کسی شخص کا قول ہے **نقلہ الترمذی** (اسے ترمذی نے نقل کیا۔ت)

ثالثًا اقول: **وباللہ التوفیق** اس سب سے در گزریئے اور ذرا غور وتامل سے کام لیجئے۔ تو یہ حدیث دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کا پتا دیتی ہے کہ اس میں **اخذ بالید** بصیغہ مفرد کو تمامی تحیت کا ایک ٹکڑا رکھا ہے۔ نہ یہ کہ صرف اسی پر تمامی وانتہا ہے۔ تحیت کی ابتداء سلام اور مصافحہ تمام اور ایک ہاتھ ملانا اسی تمامی کا ایک ٹکڑا۔

لہٰذا جامع ترمذی میں حدیث ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لفظوں سے آئی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمام تحیتکم بینکم المصافحۃ[20]۔	تمھارا آپس میں تمامی تحیت کا مصافحہ ہے۔

یہاں "**من**" تبعیضیہ نہ لایا گیا کہ صرف ایک ہاتھ کا ذکر نہ تھا جو ہنوز تمامی کا بقیہ باقی ہو۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**۔

حدیث دوم: وہی حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کی طرف امام ہمام فقیہ الانام قاضی خاں قدس سرہ نے اشارہ فرمایا۔ جامع ترمذی میں ہے:

---

[18] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[19] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[20] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

حدثنا سوید نا عبداللہ نا حنظلۃ بن عبید اللہ عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رجل یا رسول اللہ الرجل منا یلقی اخاہ او صدیقہ اینحنی لہ قال لا، قال افیلتزمہ ویقبلہ قال لا، قال فیاخذ بیدہ ویصافحہ قال نعم[21]۔	یعنی ایک شخص نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یارسول اللہ! ہم میں کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی کیا اسے گلے لگائے اور پیار کرے؟ فرمایا: نہیں۔ عرض کی: اس کا ہاتھ پکڑے اور مصافحہ کرے؟ فرمایا: ہاں۔

اس حدیث کو ترمذی نے حسن بتایا بخلاف اول کہ خود ترمذی نے امام بخاری سے اس کی تضعیف نقل کردی تھی۔ تو ثابت ہوگیا کہ حضرات مخالفین اگر سند لائیں گے تو اسی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، باقی خیریت ــــ لہٰذا امام ممدوح قدس سرہ نے اسی حدیث کی تخصیص فرمائی۔

اب بحمداللہ تعالٰی جواب جناب امام ہمام قدس سرہ کی توضیح سنئے ــــ ظاہر ہے کہ افراد ید سے اس حدیث خواہ کسی حدیث میں اگر نفی یدین پر استدلال ہوگا تو لاجرم بطریق مفہوم مخالف ہوگا اور وہ محققین کے نزدیک حجت نہیں جس کی بحث کتب اصول میں ختم ہوچکی۔

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت)

اوّلاً: قرآن عزیز میں ہے:

"بِیَدِكَ الْخَیْرُؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۲۶)"[22]	تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے بیشک تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ تیرے ایک ہی ہاتھ میں بھلائی ہے؟ **معاذاللہ** دوسرے میں نہیں۔

ثانیاً: احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی حضرت سیدنا سعد بن مالک بن سنان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے۔
حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[21] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۷

[22] القرآن الکریم ۳/ ۲۶

ان اللہ تعالٰی یقول لاھل الجنۃ یا اھل الجنۃ فیقولون لبیک یاربنا وسعدیك والخیر فی یدیك الحدیث[23]۔	بیشك اللہ تعالٰی جنتیوں سے فرمائے گا: اے جنت والو۔ عرض کریں گے۔ لبیك اے رب ہمارے! ہم تیری خدمت میں حاضر ہیں، تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

اسی طرح تفسیر مقام محمود میں حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ نسائی نے بسند صحیح اور حاکم نے بافادہ تصحیح اور طبرانی اور ابن مندہ نے روایت کی___ یوں آئی:

یجمع اللہ الناس فی صعید واحد فلا تکلم نفس فاول مدعو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیقول لبیك وسعدیك والخیر فی یدیك[24] الحدیث۔	اللہ تعالٰی روز قیامت لوگوں کو ایك میدان میں جمع میں فرمائے گا تو کوئی کلام نہ کرے گا سب سے پہلے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ندا ہوگی، حضور عرض کریں گے: الٰہی! میں حاضر ہوں خدمتی ہوں تیرے دونوں ہاتھوں میں بھلائی ہے۔

ابن مندہ نے کہا:

حدیث مجمع علی صحۃ اسنادہ وثقۃ رجالہ[25]۔	اس حدیث کی صحت اسناد وعدالت رواۃ پر اجماع ہے۔

یونہی حدیث بعث النار میں اللہ تعالٰی کا آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ندا فرمانا___ اور ان کا جواب میں لبیك وسعدیك و الخیر بیدیك[26] عرض کرنا مروی___ الی غیر ذلك من الاحادیث کیا یہ

---

[23] صحیح البخاری کتاب التوحید کلام الرب مع اہل الجنۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۱، صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۷۸، جامع الترمذی ابواب صفۃ الجنۃ امین کمپنی دہلی ۲/ ۷۹، مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۸۸

[24] المطالب العالیۃ حدیث ۴۶۴۵ توزیع عباس احمد الباز (مکہ المکرمہ) ۴/ ۳۸۶، المستدرك للحاکم کتاب التفسیر ذکر المقام المحمود دار الفکر بیروت ۲/ ۳۶۳، مجمع الزوائد کتاب البعث باب منہ فی الشفاعۃ دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۳۷۷

[25] المواہب اللدنیہ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۴۲

[26] مسند ابی عوانۃ بیان انہ لایدخل الجنۃ الانفس مسلمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۸۹

حدیثیں معاذاللہ اس آیت کے مخالف ہیں؟

ثالثًا: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ"[27]	تو فرماؤ بے شک فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

کیا اس کے یہ معنٰی ہیں کہ ایک ہی ہاتھ میں فضل ہے؟

رابعًا: فرماتا ہے: بیدہ

"بَلۡ یَدٰہُ بِیَدِہٖ مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ"[28]	اسی کے ہاتھ میں ہے قدرت ہر چیز کی۔

کیا معاذاللہ دوسرے ہاتھ میں مالکیت ومقدرت نہیں؟

خامسًا: دیلمی کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ید اللہ مبسوطۃ[29]۔	اللہ کا ہاتھ کشادہ ہے۔

کیا معاذاللہ اس کا یہ مفہوم کہ ایک ہی ہاتھ کشادہ ہے قال اللہ تعالٰی:

"مَبۡسُوۡطَتٰنِ ۙ یُنۡفِقُ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ"[30]	بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں خرچ فرماتا ہے جیسے چاہے۔

سادسًا: حدیث میں ہے:

ید اللہ ملاٰی[31]۔	اللہ تعالٰی کا ہاتھ غنی ہے۔

کیا دوسرے ہاتھ سے غنا منفی ہے؟

سابعًا: حدیث شریف میں ہے:

ید اللہ ھی العلیا[32]۔	اللہ ہی کا ہاتھ اونچا ہے۔

کیا عیاذًا باللہ ایک ہی ہاتھ بلند وبالا ہے؟

---

[27] القرآن الکریم ۳/ ۷۳

[28] القرآن الکریم ۳۶/ ۸۳

[29] کنوز الحقائق من حدیث خیر الخلائق برمز "فر" حدیث ۱۰۱۲۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۷۵

[30] القرآن الکریم ۵/ ۶۴

[31] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورہ ہود ۲/ ۶۷ وکتاب التوحید ۲/ ۱۱۰۲

[32] مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۴۶ و۳/ ۴۷۳ و۴/ ۱۳۷

ثامنًا: قال اللہ تعالٰی:

"اِذَآ اَخۡرَجَ یَدَهٗ لَمۡ یَكَدۡ یَرٰىهَا ؕ"[33]	کافر ایسی اندھیری میں ہے کہ اپنا ہاتھ نکالے تو نظر نہ آئے۔

کیا اس کے یہ معنٰی کہ دونوں ہاتھ نکالے تو نظر آئیں گے۔

تاسعًا: قال اللہ تعالٰی:

"خُذۡ بِیَدِكَ ضِغۡثًا فَاضۡرِبۡ بِّهٖ وَ لَا تَحۡنَثۡ ؕ"[34]	اپنے ہاتھ میں جھاڑو لے کر مار اور قسم جھوٹی نہ کر۔

علماء فرماتے ہیں یہ حکم اب بھی باقی ہے یعنی اگر مثلاً کسی نے غصے میں قسم کھائی کہ زید کو سولکڑیاں ماروں گا۔اب غصہ فرو ہوا چاہتا ہے کہ قسم بھی سچی ہو اور زید ضرب شدید سے بچے بھی تو جھاڑو وغیرہ کی سو شاخیں جمع کرکے اسی طرح زید کے بدن پر مارے کہ وہ سب جسم پر جدا جدا پہنچیں کیا اگر دونوں ہاتھ میں جھاڑو لے کر ماریں تو اس ارشاد کا خلاف ہوگا؟

عاشرًا: قال تعالٰی:

"یُعۡطُوا الۡجِزۡیَةَ عَنۡ یَّدٍ وَّ هُمۡ صٰغِرُوۡنَ ﴿۲۹﴾ "[35]	جزیہ دیں ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

کیا اگر دونوں ہاتھ سے دیں تو تعمیل حکم نہ ہو۔

حادی عشر: بخاری، ابوداؤد اور نسائی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہما اور احمد ترمذی و نسائی و حاکم ابن حبان حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہٖ[36]۔	مسلمان وہ ہے کہ مسلمان اس کے زبان اور ہاتھ سے امان میں رہیں۔

کیا اس کے یہ معنی کہ ایک ہاتھ سے امان میں ہوں اور دوسرے سے ایذا میں!

ثانی عشر: احمد و بخاری مقداد بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور

---

[33] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[34] القرآن الکریم ۳۸/ ۴۴

[35] القرآن الکریم ۹/ ۲۹

[36] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶، جامع الترمذی ابواب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۷

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مااکل احد طعاما قط خیرامن ان یاکل من عمل یدہٖ [37]	کسی نے کبھی کھانا اس سے بہتر نہ کھایا کہ اپنے ہاتھ کے کسب سے کھائے۔

اور احمد بسند صحیح اور طبرانی وحاکم حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ اور نیز طبرانی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اطیب الکسب عمل الرجل بیدہ [38]۔	سب سے بہتر کمائی آدمی کی اپنے ہاتھ کا کسب ہے۔

کیا اگر دونوں ہاتھ کا کسب ہو تو وہ کھانا اس فضل سے باہر ہے!

ثم اقول: بلکہ بارہا لفظ ید بصیغہ مفرد لاتے ہیں اور دونوں ہاتھ مراد ہوتے ہیں:

(۱) ید اللہ مبسوطۃ (اللہ تعالٰی جل مجدہ کا دست قدرت کشادہ ہے)

(۲) ید اللہ ملأی (دست قدرت بھرا ہوا ہے)

(۳) ید اللہ ھی العلیا (دست قدرت ہی بلند وبرتر ہے)

(۴) المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ [39] (مسلمان وہ ہے جس کی زبان وہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے) میں یہی معنٰی مراد ہیں۔

(۵) حدیث **عمل یدیہ** (اس کے دونوں ہاتھ کا کسب) بھی ایسے ہی موقع پر وارد کہ غالباً کسب انسان دونوں ہاتھ سے ہوتا ہے اسی حدیث مقدام کی اسی صحیح بخاری میں دوسری روایت **من عمل بیدہ** ہے۔

(۶) اسی طرح حاکم وغیرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی دعا میں عرض کرتے:

اللھم انی اسئلك من کل خیر خزائنہ	الٰہی! میں تجھ سے مانگتا ہوں ان سب

---

[37] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل وعملہ بیدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۸، مسند احمد بن حنبل عن مقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۳۱و۱۳۲

[38] کنز العمال بحوالہ حم .طب .ك عن رافع بن خدیج حدیث ۹۱۹۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۴

[39] صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶، صحیح مسلم کتاب الایمان باب جامع اوصاف الاسلام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸

بیدك واعوذبك من كل شر خزائنه بیدك [40]۔	بھلائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں اور تیری پناہ مانگتا ہوں ان سب برائیوں سے جن کے خزانے تیرے ہاتھ میں ہیں۔

یہ حدیث دونوں جگہ دونوں طور پر مروی ہوئی بیدک اور بیدیک۔

(۷) صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان داؤد النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم كان لایاكل الا من عمل یدہٖ [41]۔	داؤد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ کھاتے تھے مگر اپنے ہاتھ کے عمل سے۔

اور یوہیں حدیث مقدام کے تتمہ میں احمد وبخاری نے روایت کیا:

ان نبی داؤد كان یاكل من عمل یدہٖ [42]۔	بے شک داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ کے عمل سے ہی کھاتے تھے۔

سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل قرآن عظیم سے معلوم ہے کہ زرہیں بنانا تھا اور وہ دوہی ہاتھ سے ہوتا ہے۔

لہٰذا صحیح بخاری میں دونوں حدیثوں کی دوسری روایتیں بلفظ "یدہ" آئیں ــــ پس ثابت ہوا کہ بہت جگہ ید و یدین میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اور بے تکلف تثنیہ کی جگہ مفرد لاتے ہیں اور ایک ہی امر میں کبھی تثنیہ کبھی مفرد بولتے ہیں پھر افراد کو نفی تثنیہ کی دلیل سمجھا کس قدر عقل سے بعید ہے۔

ثم اقول: وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں۔ت) میں موارد استعمال اور مواقع خاصہ سے استدلال کرتا ہوں وہ قاعدہ ہی کیوں نہ ذکر کروں جو خاص اسباب میں ائمہ عربیت نے وضع کیا اور ایسے الفاظ میں تثنیہ وافراد یکساں ہونے کا ہمیں عام ضابطہ دیا علامہ زین بن نجیم مصری قدس سرہ نے جہاں خطبہ اشباہ میں فرمایا:

اعملت بدنی اعمال الجد مابین	میں اپنے بدن کو کوشش کے کام میں لایا جو

[40] المستدرك للحاكم كتاب الدعاء دار الفكر بیروت ۱/ ۵۲۵

[41] صحیح البخاری كتاب البیوع باب كسب الرجل وعملہ بیدہٖ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۸

[42] صحیح البخاری كتاب البیوع باب كسب الرجل وعملہ بیدہٖ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۸

بصری ویدی وظنونی[43]۔	میری آنکھ، ہاتھ اور گمان کے درمیان ہے۔

اس پر علامہ ادیب سید احمد حموی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

اطلق الید واراد الیدین لانه اذا کان الشیئان لا یفترقان من خلق اوغیرہ اجزأ من ذکر هما ذکر احد هما کالعین تقول کحلت عینی وانت ترید عینیك و مثل العینین المنخرین عــہ والرجلین والخفین و النعلین تقول لبست خفی ترید خفیك کذا فی شرح الحماسة[44]۔	یعنی مصنف نے لفظ ید بولا اور مراد دونوں ہاتھ ہیں کہ دو چیزیں جب آپس میں جدا نہ ہوتی ہوں خواہ اصل پیدائش میں (جیسے ہاتھ۔پاؤں،آنکھ،کان) یا اور طرح (جیسے موزے، جوتے،دستانے کہ جوڑا ہی مستعمل ہے) تو ان میں ایک کا ذکر دونوں کے ذکر کا کام دیتا ہے۔کہتے ہیں آنکھ میں سرمہ لگایا اور مراد دونوں آنکھوں میں لگانا ہوتا ہے یونہی نتھنے، قدم، موزے، کفش، تو کہتاہے میں نے موزہ پہنا اور مراد یہ کہ دونوں موزے پہنے۔اسی طرح شرح حماسہ میں ذکر کیا۔

میں کہتاہوں یہ محاورہ نہ فقط عرب بلکہ فارس۔ہند میں بھی بعینہا رائج، جیسا کہ مطالعہ اشعار سابقین ولاحقین سے واضح ولائح، خیر یہ تو ایک خاص قاعدہ تھا۔علامہ ممدوح نے اس سے چند سطر اوپر اس سے عام تر تصریح فرمائی کہ:

اِسْتِعْمَالُ الْمُفْرَدِ مَوْضِعَ الْمُثَنّٰی عَرَبِیٌّ شَائِعٌ سَائِغٌ[45]۔	یعنی تثنیہ کی جگہ مفرد لانا اہل عرب میں مشہور ومقبول ہے۔

اور اس کی سند میں ابوذؤیب کا شعر پیش کیا۔

فالعین بعدهم کان حداقها　　　　سملت بشوك فهی عور تدمع[46]

(ان ممدوحین کے بعد آنکھ گویا اس کی پتلیاں کانٹے سے پھوڑ دی گئی ہیں تو وہ اندھی ہو کر

عــہ: المنخرین الی اٰخرہ کذا فی نسختی الغمز والظاهر الرفع۔منه	منخرین میرے غمز کے نسخہ میں اسی طرح ہے،ظاہر یہ ہے کہ مرفوع ہونا چاہئے۔(ت)

[43] الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۹

[44] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۹

[45] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۹

[46] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر خطبۃ الکتاب ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۹

آنسو بہارہی ہیں۔(ت)

دیکھو،اس نے ایک آنکھ کہااور دونوں مراد لیں ___ لہٰذا حداق کو جمع لایا ورنہ ایک آنکھ میں چند حدقے نہیں ہوتے،اب تو اوہام جاہلانہ کا کوئی محل ہی نہ رہا۔اور حدیث سے استناد کا بھرم کھل گیا۔والحمدللہ رب العالمین۔

ثم اقول: وباللہ التوفیق سب سے قطع نظر کیجئے اور بفرض غلط مان ہی لیجئے کہ لفظ "اَلْیَدُ" کا مفہوم مخالف نفی یدین ہوتی ہے تاہم حدیث مذکور محل استناد منکرین یعنی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اس مفہوم کی گنجائش نہیں کہ وہاں تو لفظ یَد بصیغہ مفرد کلام امجد سید اوحد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے ہی نہیں۔سائل کے کلام میں ہے اس نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کا حکم پوچھا:

فیاخذ بیدہ ویصافحہ۔	کیااس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمادیا کہ ہاں جائز ہے[47]۔

یہاں نہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ذکر ہے نہ اس سے سوال،پھر اس کلام سے اس کی نسبت نفی نکالنا محض خیال محال،دنیا بھر کے مفہوم مخالف ماننے والے بھی یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ کلام کسی سوال کے جواب میں نہ آیا ہو ورنہ بالاجماع نفی ماعدا مفہوم نہ ہوگی ___ **صَرَّحَ بِہٖ اَئِمَّۃُ الْاُصُوْلِ** (ائمہ اصول نے اس کی صراحت کردی ہے۔ت) ___ مثلاً کوئی سائل سوال کرے صبح کی نماز میں قراءت جہری ہے یا نہیں؟ مجیب کہے ہاں۔اس سے کوئی عاقل یہ نہ سمجھے کہ ماورائے صبح میں جہر نہیں۔بلکہ جس قدر سے سوال تھا اسی قدر سے جواب دیا گیا۔یہ بحمداللہ تعالٰی دوسرے معنٰی ہیں کلام امام قاضی خاں قدس سرہ کے کہ "او را مفہوم نیست" یعنی اس حدیث میں مفہوم مخالف کا سرے سے محل ہی نہیں۔

وباللہ التوفیق ثم اقول: (اللہ تعالٰی کی توفیق کے ساتھ پھر میں کہتا ہوں۔ت) یہ اس وقت ہے کہ حدیث مذکور کو قابل احتجاج مان بھی لیں ورنہ اگر نقد وتنقیح پر آئے تو وہ ہر گز نہ صحیح نہ حسن بلکہ ضعیف منکر ہے مدار اس کا حنظلہ بن عبداللہ سدوسی پر ہے اور حنظلہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔امام یحیٰی بن سعید قطان نے کہا: **ترکتہ عمدا کان قد اختلط**[48] میں نے اسے عمداً متروک کیا صحیح الحواس نہ رہا تھا ___ امام احمد نے فرمایا: ضعیف منکر الحدیث ہے یحدّث باعاجیب[49] تعجب خیز روایات لاتا ہے ___

[47] جامع الترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی المصافحۃ امین کمپنی کراچی ۲/ ۹۷

[48] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

[49] میزان الاعتدال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

امام یحیٰی بن معین نے کہا: لیس بشیئ تغیر فی اٰخر عمرہٖ[50] کوئی چیز نہ تھا آخر عمر میں متغیر ہوگیا تھا___ امام نسائی نے کہا: ضعیف ایک بار فرمایا: لیس بقوی[51] وہ قوی نہیں۔ ذکر کل ذٰلك الذھبی فی المیزان (ہر ایک کو امام ذہبی نے میزان مین بیان کیا۔ت) یوہیں امام ابوحاتم نے کہا: قوی نہیں___

فی المغنی للامام الذہبی حنظلۃ السدوسی صاحب انس ضعفہ س، وقال ابوحاتم لیس بالقوی[52]۔	امام ذہبی کی مغنی میں ہے کہ حنظلہ سدوسی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد کو اس نے ضعیف کہا ہے اور ابوحاتم نے کہا قوی نہیں ہے۔(ت)

لاجرم امام خاتم الحفاظ نے تقریب میں اس کے ضعف پر جزم فرمایا:

حیث قال حنظلۃ السدوسی ابوعبدالرحیم ضعیف[53]۔	جہاں انھوں نے فرمایا کہ حنظلہ سدوسی ابوعبدالرحیم ضعیف ہے۔(ت)

اگر کہئے کہ امام ترمذی نے جو اس حدیث کی تحسین کی___ **اقول:** ائمہ ناقدین نے امام ترمذی پر اس بارے میں انتقادات کئے ہیں اور وہ قریب قریب ان لوگوں میں ہیں جو تصحیح وتحسین میں تساہل رکھتے___ امام عبدالعظیم منذری کتاب الترغیب میں فرماتے ہیں:

انتقد علیہ الحفاظ تصحیحہ لہ بل وتحسینہ[54]۔	حفاظ نے ان کی تصحیح پر بلکہ تحسین پر بھی تنقید کی ہے۔(ت)

ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں:

ولھٰذا لایعتمد العلماء علی تصحیح الترمذی[55]۔	اسی لئے ترمذی کی تصحیح پر علماء اعتماد نہیں کرتے۔(ت)

یہاں تک امام محدث ابوالخطاب ابن دحیہ نے جنھیں شاہ ولی اللہ دہلوی نے قرۃ العینین

---

[50] میزان الاعتدلال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

[51] میزان الاعتدلال ترجمہ ۲۳۷۳ حنظلۃ السدوسی دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶۲۱

[52] المغنی فی الضعفاء للامام الذہبی

[53] تقریب التہذیب ترجمہ ۱۵۸۸ حنظلۃ السدوسی دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۵۰

[54] الترغیب والترہیب کتاب الجمعہ حدیث ۲۲ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۹۴

[55] میزان الاعتدال ترجمہ ۶۹۴۳ کثیر بن عبداللہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۴۰۷

فی تفضیل الشیخین میں الحافظ المحدث المتقن [56] کہا۔ تحسین ترمذی کی نسبت وہ کچھ تحریر فرمایا جو امام فخر الدین زیلعی نے "نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ" میں نقل فرماکر مقرر رکھا۔

حیث قال قال ابنُ دِحیَۃ فی العلم المشھور وکم حسن الترمذی فی کتابہ من احادیث موضوعۃ واسانید واھیۃ منھا ھذاالحدیث [57] اھ یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فی عدد تکبیرات العیدین۔	جہاں انھوں نے فرمایا کہ ابن دحیہ نے "العلم المشھور" میں کہا ہے کہ ترمذی نے اپنی کتاب میں کتنی ہی موضوع احادیث اور کمزور سندوں کو حسن قرار دیا ہے انہی میں سے یہ حدیث ہے یعنی حدیث عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عیدین کی تکبیرات کی تعداد کے بیان میں۔ (ت)

اور قاطع نزاع یہ ہے کہ خود اسی حدیث حنظلہ کو امام ائمۃ المحدثین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے تصریحا فرمادیا کہ منکر ہے ــــ امام ذہبی تہذیب میں لکھتے ہیں:

حنظلۃ بن عبداللہ ویقال ابنُ عبیداللہ و قیل ابن ابی صفیۃ السدوسی وامام مسجد بنی سدوس بالبصرۃ ابوعبید الرحیم عن انس قال یحیٰی القطان ترکتہ کان قد اختلط وضعفہ احمد وقال یروی عن انس منا کیر منھا قلنا أینحنی بعضنا لبعض [58] اھ ملخصا۔	حنظلہ بن عبداللہ اور ابن عبیداللہ اور ابن ابی صفیہ السدوس بھی ان کو کہا گیا ہے یہ بصرہ میں بنی سدوس کی مسجد کے امام ہیں کنیت ابوعبدالرحیم ہے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں یحیٰی بن قطان نے کہا میں نے ان کو متروک قرار دیا ہے کہ اختلاط ہوگیا تھا اور امام احمد نے ان کو ضعیف کہا ہے اور فرمایا یہ حضرت انس سے منکرات لاتے ہیں انہی میں سے ہے کہ ہم نے کہا کیا ہم آپس میں ایک دوسرے کے لئے جھکا کریں اھ ملخصا (ت)

امام ہمام مرجع ائمۃ الحدیث کی تضعیف کے مقابل امام ترمذی کی تحسین کب مقبول ہوسکتی ہے۔

بالجملہ بحمدہ تعالٰی آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ منکرین کے ہاتھ میں اصلا کوئی حدیث نہیں جس میں ان کے قول کی بو بھی نکل سکے۔ ثبوت ممانعت تو بڑی چیز ہے اور اگر یہ حدیثیں اور ان جیسی ہزار

---

[56] قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۰۰

[57] نصب الرایۃ لاحادیث الھدایۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور ۲/ ۲۲۵

[58] تہذیب التھذیب للذہبی من اسمہ حنظلہ حنظلۃ بن عبداللہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۲/ ۶۲

اور ہوں اور وہ بالفرض سب صحاح وحسان ہوں تاہم تحقیقات بالانے روشن کردیا کہ اصلا مفید انکار نہ ہوں گی__ یہ کسی حدیث میں دکھائیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تالی علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنے کو منع فرمایا یا ارشاد ہوا کہ ایک ہی ہاتھ سے مصافحہ کیا کرو۔ بغیر اس کے ثبوت ممانعت کا دعوی محض ہوس پکانا ہے یا جنون خام۔ والحمدللہ ولی الانعام۔

اب رہا یہ کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کا ثبوت کیا ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق، اوّلاً: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

علمنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و کفی بین کفیہ التشھد[59] الحدیث۔	حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے کر مجھے التحیات تعلیم فرمائی۔

امام المحد ثین امام بخاری نے اپنی جامع صحیح کی کتاب الاستیذان میں مصافحہ کے لئے جو باب وضع کیا اس میں سب سے پہلے اسی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نشان دیا۔ پھر اس باب مصافحہ کے برابر دوسرا باب وضع کیا بَابُ الْاَخْذِ بِالْيَدَيْنِ یعنی یہ باب ہے دونوں ہاتھ میں ہاتھ لینے کا۔ اس میں بھی وہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مسندا روایت کی، اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ دونوں ہاتھوں میں ہاتھ لینا مصافحہ نہ تھا تو اس حدیث کو باب المصافحہ سے کیا تعلق ہوتا۔ صحیح بخاری کی اس تحریر پر دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرنا حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت۔ ہاں اگر حضرات منکرین جس طرح ائمہ فقہ کو نہیں مانتے اب امام بخاری کی نسبت کہہ دیں کہ وہ حدیث غلط سمجھتے تھے ہم ٹھیک سمجھتے ہیں۔ تو وہ جانیں اور ان کا کام۔

معہذا مصافحہ دونوں جانب سے صفحات کف ملانا ہے اور یہ معنی اس صورت کَفِّی بَیْنَ کفیہ (میرا ہاتھ دونوں ہاتھوں کے بیچ میں لے۔ت) میں ضرور متحقق، تو اس کے مصافحہ ہونے سے انکار پر کیا باعث رہا___ بعض جہلاء کا کہنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے تو ایک ہی ہاتھ تھا۔ یہ محض جہالت وادعائے بے ثبوت ہے۔ دونوں طرف سے

[59] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب المصافحة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۲۶، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب التشھد فی الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۴

دونوں ہاتھ ملائے جائیں تو ایک کا ایک ہی ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہوگا نہ کہ دونوں ___ **وَھٰذَا ظَاھِر جدًّا** (اور یہ بہت زیادہ ظاہر ہے۔ت) اور جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے دونوں ہاتھ کا ثبوت ہوا تو ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے ثبوت نہ ہونا کیا زیر نظر رہا۔

ثانیًا: اکابر علماء عامہ کتب مثل خزانۃ الفتاوٰی وفتاوٰی عالمگیریہ وفتاوٰی زاہدی ودرمختار ومنتقٰی شرح ملتقی ومنیۃ الفقہاء وشرح نقایہ ورسالہ علامہ شرنبلالی ومجمع الانہر شرح ملتقی الابحر وفتح اللہ المعین للعلامۃ السید ابی المسعود الازہری وحاشیہ طحطاوی وحاشیہ شامی وغیرہا میں تصریح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دونوں ہاتھوں سے سنت ہے۔ ہندیہ میں ہے:

یجوز المصافحۃ والسنۃ فیہا ان یضع یدیہ علی یدیہ من غیر حائل من ثوب او غیرہ کذا فی خزانۃ الفتاوٰی[60]۔	مصافحہ جائز ہے۔ سنت اس میں یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اس طور پر رکھے کہ درمیان میں کوئی کپڑا یا اور کوئی چیز حائل نہ ہو، ایسے ہی خزانۃ الفتاوٰی میں ہے۔(ت)

شرح تنویر پھر حواشی الکنز للسید میں ہے:

فی القنیۃ السنۃ فی المصافحۃ بکلتا یدیہ[61]۔	قنیہ میں ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے سنت ہے۔(ت)

شرح متن الحلبی للعلامۃ العلائی پھر ردالمحتار میں ہے:

السنۃ ان تکون بکلتا یدیہ[62]۔	سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرے۔(ت)

جامع الرموز میں ہے:

السنۃ فیہا ان تکون بکلتا یدیہ کما فی المنیۃ[63]۔	مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ اپنے دونوں ہاتھوں سے کرے۔ جیسا کہ منیہ میں ہے۔(ت)

[60] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراھیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۹
[61] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۴
[62] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۴۴
[63] جامع الرموز کتاب الکراھیۃ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۱۶

شرح علامہ شیخی زادہ قاضی رومی میں ہے:

السنة فی المصافحة بکلتا یدیه[64]	مصافحہ میں سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کرے۔(ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

مصافحہ سنت است نزد ملاقات و باید کہ بہر دو دست بود[65]۔	ملاقات کے وقت مصافحہ سنت ہے اور چاہئے کہ دونوں ہاتھوں سے ہو۔(ت)

مخالفین کا یہ دعوی ہے کہ فقہاء کی جو بات ہم اپنے زعم میں حدیث کے خلاف سمجھیں گے اسے نہ مانیں گے یہاں تک کہ ان کے ارشادات کو اصلا کسی حدیث کے مخالف نہیں بتاسکتے۔نہ ماننے کی وجہ کیا ہے مگر یہ کہے کہ فقہ وفقہاء سے خاص عداوت ہے کہ اگرچہ ان کی بات میں ادعائے مخالف حدیث کی راہ نہ پائیں تاہم قابل تسلیم نہیں جانتے۔

ثالثًا: صحیح بخاری شریف کے اسی باب مذکور میں ہے:

صافح حماد بن زید ابن المبارك بیدیه[66]۔	امام حماد بن زید نے امام اجل عبداللہ بن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

تاریخ امام بخاری میں ہے:

حدثنی اصحابنا یحیی وغیرہ عن اسمعیل بن ابراھیم قال رأیت حماد بن زید وجاء ہ ابن المبارك بمكة فصافحه بكلتا یدیه[67]۔	یعنی مجھ سے میرے اصحاب یحیٰی ابو جعفر بیکندی وغیرہ اسمٰعیل بن ابراہیم سے حدیث بیان کی کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حماد بن زید کو دیکھااور ابن المبارک ان کے پاس مکہ معظّمہ میں آئے تھے توانھوں نے ان سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔

یہ امام اجل حماد بن زید ازدی بصری قدس سرہ اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔انس بن سیرین وثابت بنانی وعاصم بن بہدلہ وعمرو بن دینار ومحمد بن واسع وغیرہم علمائے تابعین شاگردان حضرت انس

---

[64] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الکراہیة فصل فی احکام النظر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۱
[65] اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الآداب باب المصافحہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۰
[66] صحیح البخاری کتاب الاستیذان باب الاخذ بالیدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۲۶
[67] التاریخ البخاری باب اسمعیل ترجمہ ۱۰۸۴ دارالباز مکہ المکرمہ ۱/ ۳۴۳

بن مالک وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے علم حاصل کیا۔اور اجلہ ائمہ محدثین وعلمائے مجتہدین مثل امام سفیان ثوری وامام یحیٰی بن سعید قطان وامام عبدالرحمٰن بن مہدی وامام علی بن مدینی وغیرہم کہ امام بخاری وامام مسلم کے اساتذہ واساتذۃ الاساتذہ تھے اس جناب کے شاگرد ہوئے امام عبدالرحمٰن بن مہدی فرمایا کرتے:

ائمۃ الناس فی زمانھم اربعۃ سفین بالکوفۃ ومالك بالحجاز والاوزاعی بالشام وحماد بن زید بالبصرۃ[68]	مسلمانوں کے امام اپنے زمانے میں چار ہیں۔کوفہ میں سفیان۔حجاز میں مالک،شام میں اوزاعی،بصرۃ میں حماد بن زید۔

اور یہ بھی فرماتے:

مارأیت اعلم من مالك وسفین وحماد بن زید[69]۔	میں نے مالک وسفیان وحماد بن زید سے زیادہ کوئی علم والا نہ دیکھا۔

اور یہ بھی فرماتے کہ:

مارأیت بالبصرۃ افقہ منہ ولم ار احدا اعلم بالسنۃ منہ[70]۔	میں نے بصرے میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہ دیکھااور میں نے ان سے زیادہ حدیث جاننے والا کوئی نہ پایا۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

حماد بن زید من ائمۃ المسلمین[71]۔	حماد بن زید مسلمانوں کے اماموں میں سے ہے۔

اس جناب نے ماہ رمضان ۱۷۹ھ میں وفات پائی،جس دن انتقال ہوایزید بن زریع بصری کو خبر پہنچی فرمایا:**الیوم مات سید المسلمین**[72] آج مسلمانوں کے سردار نے انتقال کیارحمۃ اللہ تعالٰی علیہ۔

ذکر کل ذٰلك الامام الذھبی فی تھذیب التھذیب۔	امام ذہبی نے ان میں سے ہر ایک کو تہذیب التنذیب میں ذکر فرمایا۔(ت)

اور دوسرے صاحب حضرت الانام علم الہدی شیخ الاسلام عبداللہ بن مبارک مروزی کا توذکر ہی کیا ہے۔عالم میں کون سا قدرے لکھاپڑھا ہے جو اس جناب کی جلالت شان ورفعت مکان سے آگاہ نہیں۔وہ بھی اجلہ ائمہ تبع تابعین سادات محدثین،کبرائے مجتہدین اور امام بخاری ومسلم کے استاذ الاساتذین اور ہمارے امام اعظم کے خاص شاگردان ومستفدین سے ہیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

[68] تھذیب التھذیب من اسمہ حماد بن زید دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۰/۳

[69] تھذیب التھذیب من اسمہ حماد بن زید دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۰/۳

[70] تھذیب التھذیب من اسمہ حماد بن زید دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۰/۳

[71] تھذیب التھذیب من اسمہ حماد بن زید دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۰/۳

[72] تھذیب التھذیب من اسمہ حماد بن زید دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱۰/۳

علمائے دین فرماتے ہیں تمام جہاں کی خوبیاں اللہ تعالٰی نے ان میں جمع فرمادی تھیں **قالہ فی التقریب**[73] (اسے تقریب میں بیان کیا گیا۔ت اور فرماتے ہیں جہاں عبداللہ بن مبارک کا ذکر ہوتا ہے وہاں رحمت الٰہی اترتی ہے ذکرہ الزرقانی وغیرہ (اسے زرقانی وغیرہ نے ذکر کیا۔ت) ان کا کچھ تذکرہ دیکھنا چاہو تو سردست شاہ عبدالعزیز صاحب کی **بستان المحدثین**[74] ہی دیکھو۔

ہم نے **بحمداللہ** خاص صحیح بخاری سے ایسے دو امام جلیل تبع تابعین سے دونوں ہاتھ کا مصافحہ ثابت کردیا۔ مخالف بھی تو کہیں سے ممانعت ثابت کرے یا ایسے حضرات تبع تابعین پر بھی **معاذاللہ** بدعت و مخالفت سنت کا گمان ہوگا یا اقرار کردیجئے گا کہ وہ بھی حدیث وسنت نہ جانتے تھے، محدث مجتہد جو کچھ ہیں بس آپ ہی تیرہ صدی کی چھٹن چند جاہلان ہندی وطن **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

رابعًا: ان حضرات کا داب کلی ہے کہ جس امر پر اپنی قاصر نظر ناقص تلاش میں حدیث نہیں پاتے اس پر بے اصل وبے ثبوت ہونے کا حکم لگادیتے اور اس کے ساتھ ہی صرف اس بناء پر اسے ممنوع وناجائز ٹھہرادیتے ہیں۔ پھر اس طوفان بے ضابطگی کا وہ جوش ہوتا ہے کہ اس اپنے نہ پانے کے مقابل علماء ومشائخ کی تو کیا گنتی حضرات عالیہ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے ارشادات بھی پایہ اعتبار سے ساقط اور ان کے احکام کو بھی یونہی **معاذاللہ** باطل وغیر ثابت بتاتے ہیں۔ یہ وہ جہالت بے مزہ ہے جسے کوئی ادنٰی عقل والا بھی قبول نہیں کرسکتا ان حضرات سے کوئی اتنا پوچھنے والا نہیں کہ "کے آمدی وکے پیر شدی" (کب آئے اور کب بوڑھے ہوئے۔ت) بڑے بڑے اکابر محدثین ایسی جگہ "**لم ارولم اجد**" پر اختصار کرتے ہیں یعنی ہم نے نہ دیکھی ہمیں نہ ملی، نہ کہ تمہاری طرح عدم وجدان کہ عدم وجود کی دلیل ٹھہرادیں،

صاحبو! لاکھوں حدیثیں اپنے سینوں میں لے گئے کہ اصلاتدوین میں بھی نہ آئیں۔ امام بخاری کو چھ لاکھ حدیثیں حفظ تھیں۔ امام مسلم کو تین لاکھ، پھر صحیحین میں صرف سات ہزار حدیثیں ہیں۔ امام احمد کو دس لاکھ محفوظ تھیں مسند میں فقط تیس ہزار ہیں۔ خود شیخین وغیرہما ائمہ سے منقول کہ ہم سب احادیث صحاح کا استیعاب نہیں چاہتے۔ اور اگر ادعائے استیعاب فرض کیجئے تو لازم آئے کہ افراد بخاری، امام مسلم اور افراد مسلم، امام بخاری اور صحاح افراد سنن اربعہ دونوں اماموں کے نزدیک صحیح نہ ہوں، اور اگر اس ادعا کو آگے بڑھائے تو یونہی صحیحین کی وہ متفق علیہ حدیثیں جنھیں امام نسائی نے مجتبٰی میں داخل نہ کیا ان کے نزدیک حلیہ صحت سے عاری ہوں **وھو کماتری** (یہ وہ چیز ہے جسے تم جانتے ہو۔ت)___ صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

مامن اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	اصحاب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں کسی نے

[73] تقریب التہذیب ترجمہ ۳۵۸۱ عبداللہ بن مبارک ۱/ ۵۲۷

[74] بستان المحدثین کتاب الزہد والرقاق ص ۱۴۹ تا ۱۵۹

احد اکثر حدیثا عنہ منی الاماکان من عبداللہ بن عمرو فانہ کان یکتب ولا اکتب[75]۔	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجھ سے زیادہ حدیثیں روایت نہ کیں سوا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما کے کہ وہ لکھ لیا کرتے اور میں نہ لکھتا۔

دیکھو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ صاف فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان سے زیادہ احادیث روایت فرمائیں۔ حالانکہ تصانیف محدثین میں ان کی حدیثیں ان کی احادیث سے بدرجہا کم ہیں۔ عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صرف سات سو حدیثیں پائی گئیں اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پانچ ہزار تین سو۔ علامہ قسطلانی ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

یفہم منہ جزم ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بانہ لیس فی الصحابۃ اکثر حدیثا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منہ الا عبداللہ بن عمرو ومع ان الموجود عن عبداللہ بن عمرواقل من الموجود المروی عن ابی ھریرۃ باضعاف لانہ سکن مصر وکان الواردون الیھا قلیلا بخلاف ابی ھریرۃ فانہ استوطن المدینۃ وھی مقصد المسلمین من کل جھۃ وروی عنہ فیما قالہ المؤلف نحو من ثمان مائۃ رجل وروی عنہ من الحدیث خمسۃ الاف وثلاث مأۃ حدیث ووجد لعبداللہ سبع مأۃ حدیث[76]۔	اس سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا جزم ویقین سمجھ میں آتا ہے کہ صحابہ کرام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کسی نے اتنی کثیر تعداد میں حدیثیں روایت نہیں کیں سوائے عبداللہ بن عمرو کے، مگر اس کے باجود عبد اللہ بن عمرو کی مرویات ابوہریرہ سے کئی گنا کم ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عبداللہ بن عمرو مصر میں سکونت پذیر تھے اور احادیث کریمہ کی تلاش و جستجو کرنے والوں کا ورود وہاں بہت کم ہوتا تھا بخلاف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آپ کا تو مدینہ میں ہی قیام تھا جو ہر چہار جانب سے مسلمانوں کا مرجع تھا۔ حضرت مولف علیہ الرحمہ کا کہنا یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کرنیوالے لگ بھگ آٹھ سو افراد تھے، اور حضرت ابوہریرہ سے کل پانچ ہزار تین سو حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو کی سات سو حدیث ملتی ہیں۔ (ت)

[75] صحیح البخاری کتاب العلم باب کنایۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲

[76] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العلم باب کنایۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۶)

اب کہئے حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ ہزاروں حدیثیں کیا ہوئیں۔اور کتب حدیث میں ان میں سے کتنی ہاتھ آئیں۔بس اسی پر قیاس کرلیجئے اور یہیں سے ظاہر کہ ائمہ اربعہ خصوصًاامام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذہب پر اگر ان کتب میں حدیثیں نہ ملیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے مذہب پر واقع میں حدیث نہیں بلکہ اگر بخاری ومسلم اور ان کے امثال تصریح بھی کردیں کہ فلاں مذہب امام ابوحنیفہ یا مام مالک پر کوئی حدیث نہیں تو بھی منصف ذی عقل کے نزدیک ان کے پاک مبارک مذہبوں میں اصلا قادح نہیں ہوسکتا۔آخر بخاری ومسلم کا علم محیط نہ تھا،کیا جو کچھ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اور صحابہ نے امت مرحومہ تک پہنچایا اس سب کا علم بخاری ومسلم کو حاصل تھا۔خود اجلہ صحابہ کرام جوگاہ بگاہ سفر وحضر میں دائما بارگاہ عرش جاہ حضور رسالت پناہ علیہ وعلیہم صلوات اللہ میں حاضر رہتے یہاں تک کہ حضرات خلفائے اربعہ وحضرت عبداللہ بن مسعود وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی یہ دعوی نہیں کرسکتے تھے،کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کل اقوال وافعال پر ہمیں اطلاع ہے،کتب احادیث پر جسے نظر ہے وہ خوب جانتاہے کہ بعض باتیں ان حضرات پر بھی خفی رہیں"تا بدیگرے چہ رسد"(دوسروں تک کیا پہنچے۔ت) پھر بخاری ومسلم وغیرہما کیونکر علم کل کا دعوی کرسکتے ہیں۔اگر وہ نفی کریں بھی تو اس کا محصل صرف اپنے علم کی نفی ہوگا یعنی ہمیں نہیں معلوم پھر اس سے واقع میں حدیث نہ ہونا درکنار،یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ابوحنیفہ ومالک کو بھی اپنے مذہب پر حدیث نہ معلوم ہو ان کا زمانہ زمانہ اقدس سے قریب تر تھا اور اس وقت تک زمانہ خیر القرون تھا۔بوجہ قلّت کذب وکثرت خیر سندیں نظیف اور وسائط کم تھے،یہ ممکن کہ جو حدیثیں ابوحنیفہ ومالک کے پاس تھیں بخاری ومسلم کو نہ پہنچیں،ممکن کہ جو حدیثیں ان کے پاس بسند صحیح تھیں ان تک بذریعہ روایت ضعاف پہنچیں۔پھر کیونکر ان کا نہ جاننا ان کے نہ جاننے پر قاضی ہوسکتاہے۔امام اجل ابویوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ(جنھیں محدثین اہل جرح وتعدیل بھی باآنکہ ان میں بہت کو حضرات حنفیہ کرام سے ایک تعنت ہے تصریحاصاحب حدیث منصف فی الحدیث واتبع القوم للحدیث لکھتے ہیں۔بلکہ اپنے زعم میں امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی زیادہ محدث وکثیر الحدیث جانتے ہیں امام ذہبی شافعی نے اس جناب کو حفاظ حدیث میں شمار اور کتاب تذکرۃ الحفاظ میں بعنوان الامام العلامۃ فقیہ العراقین ذکر کیا) یہ ارشاد فرماتے ہیں: بارہا ہوتا کہ امام ایک قول ارشاد فرماتے کہ میری نظر میں حدیث کے خلاف ہوتا میں جانب حدیث جھکتا۔بعد تحقیق معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام نے اس حدیث سے فرمایا ہے جو میرے خواب میں بھی نہ تھی،امام ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان میں فرماتے ہیں:

عن ابی یوسف ما رأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث ومواضع النکت التی فیه من الفقة من ابی حنیفة وقال ایضا ماخالفته فی شیئ قط فتدبرته الارایت مذہبه الذی ذہب الیه انجی فی الاخرة وکنت ربما ملت الی الحدیث فکان ہو ابصر بالحدیث الصحیح منی وقال کان اذا صمم علی قوله درت علی مشائخ الکوفة ھل اجد فی تقویة قوله حدیثا او اثرا فربما وجدت الحدیثین والثلاثة فاتیته بھا فمنھا مایقول فیه ہذا غیر صحیح اوغیر معروف فاقول له وما علمك بذٰلك مع انه یوافق قولك فیقول انا عالم بعلم اھل الکوفة [77]	حضرت ابویوسف سے روایت ہے کہ میں نے احادیث کی تشریح اور فقہ کی نکتہ آفرینی میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے زیادہ جانکار شخص نہیں دیکھا نیز انھوں نے فرمایا میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں ان سے مخالفت کی پھر میں نے اس میں غور وخوض کیا تو مجھے یہی محسوس ہوا کہ آخرت میں نجات دینے والا وہی مذہب ہے جس کی طرف امام ابوحنیفہ گئے ہیں۔ مجھ سے زیادہ حدیثوں پر ان کی نظر تھی۔ نیز فرمایا جب وہ کسی بات پر اڑ جاتے ہیں تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس اس غرض سے حاضر ہوتا کہ اس قول کی تقویت میں مجھے کوئی حدیث یا اثر ملے تو بسااوقات مجھے دو تین حدیثیں مل جاتیں، تو میں ان کی خدمت میں لے کر حاضر ہوتا۔ آپ فرماتے اس میں یہ فلاں حدیث صحیح نہیں ہے یا غیر معروف ہے۔ میں عرض کرتا حضور! یہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا حالانکہ یہ حدیثیں توآپ کے قول کی تائید میں ہیں۔ تو فرماتے کوفہ والوں کے علم ہی سے تو مجھے علم ہوا ہے۔ (ت)

خیر ایک درجہ تو یہ ہوا۔

درجہ دوئم: اب جو حدیثیں تدوین میں آئیں ان میں سے فرمائے کتنی باقی ہیں، صدہا کتابیں کہ ائمہ دین نے تالیف فرمائیں محض بے نشان ہوگئیں اور یہ آج سے نہیں ابتداء ہی سے ہے۔ امام مالک کے زمانے میں اسّی ۸۰ علماء نے مؤطا لکھیں پھر سوائے مؤطائے مالک ومؤطائے ابن وہب کے اور بھی کسی کا پتا باقی ہے۔ امام مسلم کے زمانے کو ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری صاحب مستدرک کے زمانے سے ایسا کتنا فاصلہ تھا۔ پھر بعض تصانیف مسلم کی نسبت امام ابن حجر نے حاکم سے نقل کیا کہ معدوم ہیں وعلی ہذہ القیاس صدہا بلکہ ہزارہا تصانیف ائمہ کا کوئی نشان نہیں دے سکتا، مگر اتنا کہ تذکروں تاریخوں میں نام لکھا رہ گیا۔

[77] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سندہ فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۳

درجہ سوم: اس سے بھی گزرئے جو کتابیں باقی رہیں ان میں سے اس خراب آباد ہند میں کے پائی جاتی ہیں ذرا کوئی حضرت غیر مقلد صاحب اپنے یہاں کی کتب حدیث کی فہرست تو دکھائیں کہ معلوم ہو کہ کس پونجی پر یہ اونچا دعوی ہے۔

درجہ چہارم: اب سب کے بعد یہ فرمائیے کہ جو کتابیں ہندوستان میں ہیں ان پر حضرات مدعین کو کہاں تک نظر ہے اور ان کی احادیث کس قدر محفوظ ہیں۔

سبحان اللہ! کیا صرف اتنا کافی ہے کہ جو مسئلہ پیش آیا اسے خاص اسی کے باب میں دو چار کتابوں میں جو اپنے پاس ہیں دیکھ بھال لیا اور اپنے زعم میں باطل میں کوئی حدیث نہ ملی تو بے ثبوت ہونے کا دعوی کر دیا۔ جان برادر! بارہا واقع ہوگا کہ اس مسئلہ کی حدیث انھیں کتابوں میں ملے گی اور آپ کی نظر اس پر نہ پہنچے گی کہ اول تو ہر مطلب کے لئے محدثین نے تراجم وابواب وضع نہ کئے اور جس کے لئے وضع کئے ان کی مثبت بہت حدیثیں ایسی ہوں گی جو بوجہ دوسری مناسبت کے دیگر ابواب میں لکھ آئے یا لکھیں گے اور یہاں بخیال تکرار ان کے اعادہ واثبات سے باز رہے۔ اگر یوں نہ مانئے اور اپنی وسعت نظر واحاطہ علم کا دعوی ہی کیجئے تو حضرات بے امتحان نہیں سہی اپنے میں جس صاحب کو بڑا محدث جانئے معین کیجئے، ہم دس سوال کرتے ہیں کہ ان کی نسبت جو حکم احادیث میں وارد ہو ارشاد فرمائیں پھر دیکھئے ان شاء اللہ تعالٰی کیسے غوطے کھاتے ہیں۔ اللہ عزوجل چاہے تو اکثر کا حکم نہ نکال سکیں گے، اور رب تبارک وتعالٰی کو منظور ہے تو انھیں کتابوں میں ان کی احادیث نکل آئیں گی، اس وقت معلوم ہوگا کہ دعوی اجتہاد کرنے والے کتنے پانی میں تھے۔ وائے بے انصافی ان لیاقتوں پر ائمہ مجتہدین سے ہمسری کا دعوی ہیہات ہیہات "چھوٹا منہ بڑی بات" آدمی کو کتنی بھاتی ہے مگر امتحان دیتے وقت مزا آتا ہے۔ ہاں ہاں یہ بات میں نے اس لئے نہیں کہی کہ سنئے اور اڑا جائے، نہیں نہیں ضرور اپنے کسی اعلٰی محدث کا نام رکھئے اور ہم جو سوالات کریں ان کا جواب ان سے بذریعہ احادیث لکھوایئے، ہم بھی تو دیکھیں کس برتے پر تتا پانی! جان برادر! حصر رواۃ ممکن نہیں، حصر رواۃ کیونکر ممکن نہیں۔

ابراہیم بن بکر شیبانی کے ذکر میں امام ابن الجوزی نے کہا:

ابراھیم بن بکر فی الرواۃ ستۃ لااعلم فیھم ضعفا سوی ھذا[78]	ابراہیم بن بکر راویوں میں چھ ہیں۔ میں ان میں سے کسی میں ضعف نہیں جانتا سوا اس شیبانی کے۔

[78] میزان الاعتدال عن ابن الجوزی ترجمہ ۵۶ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴

اس پر امام ذہبی جیسے جلیل القدر عمدۃ الفن امام الشان نے فرمایا:

لوسماھم لافادنا فما ذکر ابن ابی حاتم منھم احدا [79]۔	اگران سب کاتذکرہ فرمادیتے توہمیں فائدہ بخشتے کہ ابن ابی حاتم نے توان میں سے ایک کا بھی تذکرہ نہ کیا۔

امام محقق علی الاطلاق کمال الدین ابن الہمام نے جن کی جلالت قدر آفتاب نیمروز سے اظہر جب بعض احادیث کہ مشائخ کرام نے ذکر کیں نہ پائیں یوں فرمایا کہ:

لعل قصور نظرنا اخفاھا عنا۔	امید ہے کہ ہماری نظر کے قصور نے انھیں ہم سے چھپالیا۔

دیکھو علماء یوں فرماتے ہیں اور جاہلوں کے دعوے وہ طویل وعریض ہوتے ہیں۔

حدیث اختلاف امتی رحمۃ [80] (میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ت) امام جلال شلدین سیوطی جیسے حافظ جلیل نے کتاب جامع صغیر میں ذکر فرمائی اور اس کا کوئی مخرج نہ بتاسکے کہ کس محدث نے اپنی کتاب میں روایت کی۔ان بعض علماء کے نام لکھ کر جنھوں نے بے سند اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا لکھ دیا کہ:

لعله خرج فی بعض کتب الحفاظ التی لم تصل الینا [81]۔	شاید وہ حافظان حدیث کی بعض کتابوں میں روایت کی گئی جو ہم تک نہ پہنچیں۔

یہ وہ امام ہیں کہ فن حدیث میں جن کے بعد ان کا نظیر نہ آیا، جنھوں نے کتاب جمع الجوامع تالیف فرمائی اور اس کی نسبت فرمایا:

قصدت فیه جمیع الاحادیث النبویة باسرھا [82]۔	میں نے ارادہ کیا کہ اس میں تمام احادیث نبویہ جمع کردوں۔

اس پر بھی علماء نے فرمایا:

---

[79] میزان الاعتدال ترجمہ ۵۶ دارالمعرفہ بیروت ۱/ ۲۴

[80] الجامع الصغیر للسیوطی حدیث ۲۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴

[81] الجامع الصغیر للسیوطی حدیث ۲۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴

[82] الجامع الصغیر للسیوطی خطبہ مؤلف دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۵

ہذا بحسب ما اطلع علیہ المصنف لاباعتبار مافی نفس الامر[83] قالہ المناوی۔	یہ وہ اپنے علم کے اعتبار سے کہتے ہیں نہ یہ کہ واقع میں جس قدر حدیثیں ہیں سب کو جمع کرنا۔(ت)

وہ اپنے نہ پانے پر یوں فرماتے ہیں کہ شاید یہ حدیث ان کتب ائمہ میں تخریج ہوئی جو ہمیں نہ ملیں۔اور پھر یہ دیکھئے ہوا بھی ایسا ہی، عبارت مذکورہ بعد علامہ مناوی صاحب تیسیر شرح جامع صغیر نے لکھ دیا الامر کذلك[84] یعنی واقع ایسا ہی ہے۔ پھر اس کی تخریج بتائی کہ بیہقی نے مدخل اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کی۔اور اس حدیث کی سند پر نہ صرف امام سیوطی بلکہ اکثر ائمہ کو اطلاع نہ ہوئی، امام خاتم الحفاظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

زعم کثیر من الائمۃ انہ لااصل لہ[85]	بہت سے اماموں نے یہی زعم کیا کہ اس کے لئے کوئی سند نہیں۔

پھر امام عسقلانی نے اس کی بعض تخریجیں ظاہر فرمائیں۔

حدیث الوضوء علی الوضوء نور علی نورٍ (وضوء پر وضو کرنا نورٌ علی نور ہے۔ت) کی نسبت امام عبدالعظیم منذری نے کتاب الترغیب اور امام عراقی نے تخریج احادیث الاحیاء میں تصریح کردی کہ لم نقف علیہ[86] ہمیں اس پر اطلاع نہیں۔حالانکہ وہ مسند امام رزین میں موجود۔تیسیر میں ہے:

حدیث الوضوء علی الوضوء نور علی نور اخرجہ رزین ولم یطلع علیہ العراقی کالمنذری فقالا لم یقف علیہ[87]۔	وضوء پر وضوء کرنا نورٌ علی نور ہے۔یہ وہ حدیث ہے جس کی تخریج حضرت رزین نے کی ہے اور منذری کی طرح امام عراقی اس پر مطلع نہیں ہیں تو انھوں نے کہا ہم اس پر واقف نہیں ہیں(ت)

[83] التسیر شرح الجامع الصغیر خطبہ مؤلف مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۵

[84] التسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اختلاف امتی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۴۹

[85] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابن حجر کتاب العلم الباب الثانی دار الفکر بیروت ۱/ ۲۰۵

[86] الترغیب والترھیب الترغیب فی المحافظۃ علی الوضو. مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۳، المغنی عن حمل الاسفار للعراقی مع احیاء العلوم کتاب الطھارۃ باب فضیلۃ الوضوء مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۳۵

[87] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث من توضأ علی طھر مکتبۃ الامام شافعی ریاض ۱/ ۱۲-۴۱۱

اس سے عجیب تر سنئے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ انھوں نے رکوع میں دونوں ہاتھ ملا کر زانوں کے بیچ میں رکھے اور بعد نماز کے فرمایا:

ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

اس کی نسبت امام ابوعمر بن عبدالبر نے فرمایا؛ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت صحیح نہیں۔ محدثین کے نزدیک صرف اس قدر صحیح ہے کہ عبداللہ بن مسعود نے ایسا کیا۔ اور امام اجل ابوزکریا نووی شارح صحیح مسلم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے تو کتاب **الخلاصۃ** میں سخت ہی تعجب خیز بات واقع ہوئی کہ فرمایا صحیح مسلم شریف میں بھی صرف اسی قدر ہے کہ ابن مسعود نے ایسا کیا اور یہ نہیں کہ **ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم** حالانکہ بعینہٖ یہی الفاظ صحیح مسلم میں موجود، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

فی صحیح مسلم عن علقمۃ والاسود انھما دخلا علی عبداللہ فقال أصلی من خلفکما قالا نعم فقام بینھما فجعل احدھما عن یمینہ والاخر عن شمالہ ثم رکعنا فوضعنا ایدینا علی رکبنا ثم طبق بین یدیہ ثم جعلھما بین فخذیہ فلما صلی قال ھکذا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ابن عبدالبر لایصح رفعہ والصحیح عندھم الوقف علی ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ وقال النووی فی الخلاصۃ الثابت فی صحیح مسلم ان ابن مسعود فعل ذٰلك و لم یقل	صحیح مسلم میں حضرت علقمہ اور اسود سے روایت ہے یہ دونوں حضرات عبداللہ ابن مسعود کے پاس آئے کہا کیا دوسروں نے نماز پڑھ لی ہے۔ دونوں نے عرض کی ہاں حضور، پھر آپ دونوں کے بیچ میں کھڑے ہوگئے ایک کو داہنے طرف دوسرے کو بائیں طرف کرلیا، پھر ہم سبھوں نے رکوع کیا تو ہم نے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا۔ پھر دونوں ہاتھ کو ملایا، پھر انھوں نے دونوں رانوں کے بیچ میں رکھ دیا جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا، ابن عبدالبر نے کہا: اس روایت کا حضور تک پہنچنا ثابت نہیں۔ ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث عبداللہ ابن مسعود تک موقوف ہے۔ امام نووی نے خلاصہ میں کہا کہ صحیح مسلم میں

ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یفعلہ قیل کانہما ذہلا فان مسلما اخرجہ من ثلث طرق لم یرفعہ فی الاولین ورفعہ فی الثالثۃ وقال ہکذا فعل الخ[88]۔	یہ روایت ثابت ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود نے ایسا کیا۔انھوں نے یہ نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔یہ بھی کہا گیا کہ ان دونوں سے ذہول ہوگیا کیونکہ امام مسلم نے تین طریقوں سے اسے تخریج فرمایا،پہلی دو روایتیں مرفوع نہیں البتہ تیسری روایت میں انھوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے اور فرمایا اسی طرح کیا الخ (ت)

میں یہاں اگر اس کی نظیریں جمع کرنے پر آؤں کہ خبر وحدیث میں مشہور ومتداول کتابوں یہاں تک خود صحاح ستہ سے اکابر محدثین کو کیسے کیسے ذہول واقع ہوئے ہیں تو کلام طویل ہوجائے،بعض مثالیں اس کی فقیر نے اپنے رسالہ نور عینی فی الانتصار للامام العینی میں لکھیں یہاں مقصود اسی قدر کہ مدعی آنکھ کھول کر دیکھے کہ کس بضاعت پر کمال علم واحاطہ نظر کا دعوی ہے۔کیا ان ائمہ سے غفلت ہوئی اور تم معصوم ہو؟___ کیا نہیں ممکن کہ حدیث انھیں کتابوں میں ہو اور تمھاری نظر سے غائب رہے؟___ مانا کہ ان کتابوں میں نہیں کیا سب کتابیں تمھارے پاس ہیں؟___ ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو اور بندگان خدا کے پاس دیگر بلاد میں موجود ہیں___ مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا اسی قدر کتابیں تصنیف ہوئی تھیں ممکن کہ ان کتابوں میں ہو جو معدوم ہوگئیں مانا کہ ان میں بھی نہیں پھر کیا تمام احادیث کتابوں میں مندرج ہوگئی تھیں؟___ ممکن کہ ان احادیث میں ہو جو علماء اپنے سینوں میں لے گئے___ پھر"ہلدی کی گرہ پر پنساری بننا کس نے مانا" اپنے نہ پانے کو نہ ہونے کی دلیل سمجھنا اور عدم علم کو علم بالعدم ٹھہرا لینا کیسی سخت سفاہت ہے۔خاص نظیر اس کی یہ ہے کہ کوئی شخص ایک چیز اپنی کوٹھری کی چار دیواری میں ڈھونڈھ کر بیٹھ رہے اور کہدے ہم تلاش کرچکے تمام جہاں میں کہیں نشان نہیں کیا اس بات پر عقلاء اسے مجنون نہ جانیں گے!___ **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

درجۂ پنجم: الطف واہم،ان سب سے گزریئے بفرض ہزار در ہزار باطل تمام جہاں کی اگلی پچھلی سب کتب حدیث آپ کی الماری میں بھری ہیں اور ان سب کے آپ پورے حافظ ہیں آنکھیں بند کرکے ہر حدیث کا پتا دے سکتے ہیں پھر حافظ جی صاحب یہ تو طوطے کی طرح حق اللہ تعالٰی پاک ذات اللہ کی یاد ہوئی۔فہم حدیث کا منصب ارفع واعظم کدھر گیا۔لاکھ بار ہوگا کہ ایک مطلب کی حدیث انھیں

[88] فتح القدیر باب الصلوٰۃ باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۹

احادیث میں ہوں گی جو آپ کو برزبان یاد ہیں اور آپ کی خواب میں بھی خطرہ نہ گزرے گا کہ اس سے وہ مطلب نکلتا ہے۔ آپ کیا اور آپ کے علم و فہم کی حقیقت کتنی۔ اکابر اجلہ محدثین یہاں آکر زانو ٹیک دیتے ہیں اور فقہائے کرام کا دامن پکڑتے ہیں۔ حفظ حدیث فہم حدیث کو مستلزم ہوتا تو حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد کے کیا معنٰی تھے:

رُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ اِلٰی مَنْ ھُوَ اَفْقَہُ مِنْہُ وَرُبَّ حَامِلِ فِقْہٍ لَیْسَ بِفَقِیْہٍ [89] رواہ الائمۃ الشافعی والاحمد والدارمی و ابوداؤد والترمذی وصححہ والضیاء فی المختارۃ والبیہقی فی المدخل عن زید بن ثابت والدارمی عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہما ونحوہ لاحمد و الترمذی وابن حبان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسند صحیح وللدارمی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	بہتیرے حاملان فقہ ان کے پاس فقہ لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ اس کی سمجھ رکھتے ہیں اور بہتیرے وہ کہ فقہ کے حامل و حافظ وراوی ہیں مگر خود اس کی سمجھ نہیں رکھتے۔ اس کی روایت ائمہ شافعی، احمد، دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے کی اور اسے صحیح قرار دیا۔ اور ضیاء نے مختارہ میں اور بیہقی نے مدخل میں حضرت زید ابن ثابت سے اور دارمی نے حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی۔ اور اسی طرح احمد و ترمذی اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی، اور حضرت دارمی کی روایت جو مروی ہے حضرت ابودرداء سے انھوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

ذرا خدا کے لئے آئینہ لے کر اپنا منہ دیکھئے اور امام اجل سلیمن اعمش کا علم عزیز و فضل کبیر خیال کیجئے جو خود حضرت سیدنا انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد جلیل الشان اور اجلہ ائمہ تابعین اور تمام

[89] جامع الترمذی ابواب العلم باب ماجاء فی البحث علی تبلیغ السماع امین کمپنی کراچی ۲/ ۹۰، سنن ابی داؤد کتاب العلم باب فضل نشر العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۹، مسند احمد بن حنبل ۲/ ۲۲۵ و ۳/ ۸۰ و ۸۲ المکتب الاسلامی بیروت، سنن الدارمی باب الاقتداء بالعلماء حدیث ۲۳۴ دار المحاسن القاہرۃ ۱/ ۶۵

ائمہ حدیث کے اساتذہ الاساتذہ سے ہیں۔امام ابن حجر مکی شافعی کتاب خیرات الحسان میں فرماتے ہیں کسی نے ان امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے ہمارے امام اعظم امام الائمہ مالک الازمہ سراج الامہ سیدنا ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (کہ اس زمانے میں انھیں امام اعمش سے حدیث پڑھتے تھے) حاضر مجلس تھے،امام اعمش نے وہ مسائل ہمارے امام اعظم سے پوچھے امام نے فوراً جواب دئے۔امام اعمش نے کہا یہ جواب آپ نے کہاں سے پیدا کئے،فرمایا:ان حدیثوں سے جو میں نے خود آپ ہی سے سنی ہیں۔اور وہ حدیثیں مع سند روایت فرمائیں۔امام اعمش نے کہا:

حسبك ماحدثتك به فی مائة یوم تحدثنی به فی ساعة واحدة ماعلمت انك تعمل بهذه الاحادیث یا معشر الفقهاء انتم الاطباء ونحن الصیادله وانت ایها الرجل اخذت بكلا الطرفین[90]۔	بس کیجئے جو حدیثیں میں نے سو دن میں آپ کو سنائیں آپ ایک گھڑی میں مجھے سنائے دیتے ہیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ ان حدیثوں میں یوں عمل کرتے ہیں۔اے فقہ والو! تم طبیب ہو اور ہم محدث لوگ عطار ہیں اور اے ابوحنیفہ! تم نے فقہ وحدیث دونوں کنارے لئے۔والحمدللہ۔

یہ تو یہ خود ان سے بھی بدرجہا اجل واعظم ان کے استاد اکرم واقدم امام عامر شعبی جنھوں نے پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو پایا،حضرت امیر المومنین مولی علی وسعد بن ابی وقاص وسعید بن زید وابوہریرہ وانس بن مالک وعبداللہ بن عمر وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن زبیر وعمران بن حصین وجریر بن عبداللہ ومغیرہ بن شعبہ وعدی بن حاتم وامام حسن وامام حسین وغیرہم بکثرت اصحاب کرام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شاگرد اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاد ہیں جن کا پایہ رفیع حدیث میں ایسا تھا کہ فرماتے ہیں بیس سال گزرے ہیں کسی محدث سے کوئی حدیث میرے کان تک ایسی نہیں پہنچی جس کا علم مجھے اس سے زائد نہ ہو،ایسے امام والامقام باآں جلالت شان فرماتے:

انا لسنا بالفقهاء ولكنا سمعنا الحدیث فرویناه الفقهاء من اذا علم عمل۔نقله الذهبی فی تذكرة الحفاظ[91]۔	ہم لوگ فقیہ ومجتہد نہیں ہمیں مطالب حدیث کی کامل سمجھ نہیں ہم نے تو حدیثیں سن کر فقیہوں کے آگے،روایت کردی ہیں جو ان پر مطلع ہو کر کارروائی

[90] الخیرات الحسان الفصل الثلاثون فی سنده فی الحدیث ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۴

[91] تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ۷۷ عامر بن شرحبیل الشعبی دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۱/ ۷۹

	کریں گے ۔(اسے ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں نقل کیا ہے۔ت)

مگر آج کل کے نا مشخص حضرات کو اپنی یاد و فہم اور اپنے دو حرفی نام علم پر وہ اعتماد ہے جو ابلیس لعین کو اپنی اصل آگ پر تھا کہ دو حرف رٹ کر ہر امام امت کے مقابل انا خیر منه (میں اس سے بہتر ہوں۔ت) کی بنیٹی گھمانے کے سوا کچھ نہیں جانتے، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خامسًا: بالفرض مان ہی لیجئے کہ حدیث واقع میں مروی نہ ہوئی پھر کہاں عدم نقل اور کہاں نقل عدم، یعنی اگر کسی فعل کا کرنا حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور نے کیا ہی نہ ہو، اس کا حاصل اتنا ہو گا کہ حدیث میں اس فعل کا نہ ہونا آیا ان دونوں عبارتوں میں جو فرق ہے ذی عقل پر پوشیدہ نہیں۔ امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

عدم النقل لاینفی الوجود[92]۔	کسی مسئلہ کا منقول نہ ہونا وجود کی نفی نہیں کرتا (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی حجۃ اللہ البالغہ میں اسی عدم نقل و نقل عدم میں تمیز نہ کرنے کو جہل و تعصب کے مفاسد سے کہتے ہیں:

حیث قال وجدت بعضھم لایمیز بین قولنا لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب وقولنا ظاھرا لمذھب انھا لیست و مفاسد الجھل والتعصب اکثر من ان تحصی[93]۔	میں نے بعض حضرات کو یہاں تک دیکھا کہ وہ ہمارے قول لیست الاشارۃ فی ظاھر المذھب (ظاہر مذہب میں اس کی طرف کوئی اشارہ نہیں) اور ہمارے قول ظاھر المذھب انھا لیست (ظاہر مذہب اس کے برخلاف ہے) والے اصولی قول میں امتیاز ہی نہیں کرتے جہالت و تعصب کے مفاسد تو بیشمار ہیں۔(ت)

سادسًا: یہ بھی سہی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور منع فرمانا اور بات، ممنوع وہ چیز ہے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع کی، نہ کہ وہ چیز جو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نہ کی، قرآن عظیم نے یوں فرمایا:

"مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ"[94]	رسول جو تمہیں دے لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔

[92] فتح القدیر کتاب الطہارۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۰

[93] حجۃ اللہ البالغہ الامور التی لابد منہا فی الصلوٰۃ المکتبہ السلفیہ لاہور ۲/ ۱۲

[94] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

یوں نہیں فرمایا ہے کہ: مَافَعَلَ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَالَمْ یَفْعَلْ فَانْتَھُوْا جو رسول نے کیا کرو اور جو نہ کیا اس سے باز رہو۔
امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت نفل کی نسبت یہ تحقیق فرما کر کہ نہ ان کا فعل حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہ کسی صحابی سے ثابت، ارشاد فرماتے ہیں:

الثابت بعد ھذا ھو نفی المندوبیۃ اما ثبوت الکراھۃ فلا الا ان یدل دلیل اٰخر[95]۔	ان سب سے یہ ثابت ہوا کہ مستحب نہیں رہی کراہت وہ ثابت نہ ہوئی، اس کے لئے دوسری دلیل چاہئے۔

امام احمد محمد خطیب قسطلانی شارح صحیح بخاری مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں:

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدَمُ الْفِعْلِ لَایَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ[96]۔	فعل تو جواز کے لئے دلیل ہوتا ہے اور نہ کرنے سے منع کرنا نہیں سمجھا جاتا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں:

نہ کردن چیزے دیگر است و منع فرمودن چیزے دیگر[97]۔	نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔

پھر کیسی جہالت ہے کہ نہ کرنے کو منع کرنا ٹھہرا رکھا ہے۔
سابعًا: مصافحہ امور معاشرت سے ایک امر ہے جس سے مقصود شرع باہم مسلمانوں میں ازدیاد الفت اور ملتے وقت اظہار انس و محبت ہے حدیث میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تصافحوا یذھب الغل عن قلوبکم[98]۔ اخرجہ ابن عدی عن ابن عمر رضی اللہ	آپس میں مصافحہ کرو تمھارے سینوں سے کینے نکل جائیں گے۔ (ابن عدی نے حضرت عبداللہ

[95] فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹
[96] المواھب اللدنیہ
[97] تحفہ اثنا عشریہ باب دہم در مطاعن خلفائے ثلثہ الخ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹
[98] الکامل لابن عدی ترجمہ محمد بن ابی زعیزعۃ الخ دار الفکر بیروت ۶/ ۲۲۱۱، کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۲۵۳۴۴ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۱۳۰، الترغیب والترھیب بحوالہ مالك عن عطاء الخراسانی الترغیب فی المصافحۃ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۳۴

تعالٰی عنهما ونحوه ابن عساکر عن ابی هریرة اوله تهادوا وتحابوا ونحوهذا اخرجه مالك فی المؤطا[99] بسند جید عن عطاء الخراسانی مرسلا۔	ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج کی ہے اور اس کی مثل ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کیا جس کی ابتداء ان الفاظ سے ہے ہدیہ لینا دینا چاہئے تم آپس میں محبت کروگے اور اس کی مثل امام مالک نے مؤطا میں جید سند کے ساتھ مراسل طریقہ پر عطاء خراسانی سے روایت کی ہے۔(ت)

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں:

السر فی المصافحة وقوله مرحبا بفلان ومعانقة القادم ونحوها انها زیادة المؤدة والتبشیش ورفع للوحشة والتدابر[100]۔	مصافحہ اور مرحبا فلان کو، اور آنے والے سے معانقہ جیسے امور میں محبت اور خوشی زیادہ ہوتی ہے اور ان سے وحشت اور اجنبیت ختم ہوتی ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

التحابب فی الناس خصلة یرضاها الله تعالٰی وافشاء السلام آلة صالحة لانشاء المحبة وکذالك المصافحة و تقبیل الید ونحو ذلك[101]۔	لوگوں میں محبت وہ خصلت ہے جو اللہ تعالٰی کی رضا کا باعث ہے اور سلام کی عادت محبت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے اور یوں ہی مصافحہ اور دست بوسی وغیرہ بھی(ت)

اور بیشک یہ امور عرف وعادت قوم پر مبنی ہوتے ہیں جو امر جس طرح جس قوم میں رائج اور ان کے نزدیک الفت وموانست اور اس کی زیادت پر دلیل ہو وہ عین مقصود شرع ہوگا جب تک بالخصوص اس میں کوئی نہی وارد نہ ہو وجہ یہ کہ اس کی کسی خصوصیت سے شرع مطہر کی کوئی خاص غرض متعلق نہیں۔ اصل مقصود سے کام ہے جس ہیئت سے حاصل ہو۔ آخر نہ دیکھا کہ انھیں امور میں جو وقت ملاقات بغرض مذکور مشروع ہوئے ایک مرحبا کہنا تھا کہ اس سے بھی خوشدلی اور اس شخص کے آنے پر فرحت ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث براء ابن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزرا کہ حضور صلی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[99] مؤطا امام مالك باب ماجاء فی المهاجرة میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۰۷، کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۵۰۵۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۰

[100] حجة الله البالغة آداب الصحبة السر فی افشاء السلام الخ المکتبة السلفیه لاہور ۲/ ۱۹۸

[101] حجة الله البالغة آداب الصحبة السر فی افشاء السلام الخ المکتبة السلفیه لاہور ۲/ ۱۹۷

لایلقی مسلم مسلما فیر حب بہ ویأخذ بیدہ الا تناثرت الذنوب بینہما[102]۔ الحدیث۔	جو مسلمان مسلمان سے مل کر مرحبا کہے اور ہاتھ ملائے ان کے گناہ جھڑ جائیں۔

پھر بلاد عجمیہ میں اس کا رواج نہیں، فارس میں اس کی جگہ خوش آمدی کہتے ہیں۔ اور ہندوستان میں آیئے آیئے تشریف لایئے، اور اس کی مثل کلمات ___ اب کوئی عاقل اسے مخالفت حدیث ومزاحمت سنت نہ جانے گا، رات دن دیکھا جاتا ہے کہ خود حضرات منکرین میں دوستوں کے ملتے وقت اسی قسم کے الفاظ کا استعمال ہوتا ہے۔ یہ کیوں نہیں بدعت وممنوع وخلاف سنت قرار پاتے۔ تو وجہ کیا کہ اصل مقصود شرع وہی اظہار خوشدلی بغرض ازدیاد محبت ہے۔ یہ مطلب عرب میں لفظ مرحبا سے مفہوم ہوتا تھا۔ یہاں ان لفظوں سے ادا کیا جاتاہے۔ تو غرض شریعت کی ہر طرح حاصل ہے۔ خود مصافحہ بھی شرع مطہر کا اپنا وضع فرمایا ہوا نہیں بلکہ اہل یمن آئے انھوں نے اپنے رسم ورواج کے مطابق مصافحہ کیا، شرع نے اس رسم کو اپنے مقصود یعنی ایتلاف مسلمین کے موافق پاکر مقرر رکھا۔ اگر رسم کسی اور طریقے سے ہوتی اور اسکی خصوصیت میں کوئی محذور شرعی نہ ہوتا تو شرع اسے مقرر رکھتی اور ایسے ہی وعدہائے ثواب اس پر فرماتی۔ ہاں! وہ بات جس میں کسی طرح مقاصد شرع سے مخالفت ہو بے شک ناپسند ہوگی اگرچہ کسی قوم میں اس کی رسم پڑی ہو۔ جیسے سلام کے عوض بلاضرورت شرعیہ انگلی یا ہتھیلی کا اشارہ کہ بوجہ مشابہت یہود ونصارے اس سے ممانعت آئی، حدیث ضعیف میں ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منامن تشبہ بغیرنالاتشبہوا بالیہود ولا بالنصارٰی فان تسلیم الیہود الاشارۃ بالاصابع وان تسلیم النصارٰی بالاکف[103] رواہ الترمذی والطبرانی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال الترمذی ہذا حدیث اسنادہ ضعیف۔	ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیر سے مشابہت پیدا کرے۔ یہود ونصارٰی سے تشبہ نہ کروکہ یہود کا سلام انگلیوں سے اشارہ ہے اور نصارٰی کا سلام ہتھیلیوں سے ہے (اس کو ترمذی اور طبرانی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا۔ ترمذی نے کہا اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔

[102] نصب الرایۃ کتاب الکراہیۃ فصل فی الاستبراء نوریہ رضویہ لاہور ۴/ ۵۶۶، شعب الایمان حدیث ۸۹۵۷ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۴۷۵

[103] جامع الترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء فی فضل الذی بیدأ بالسلام امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۴

ثامناً: جو امر نو پیدا کہ کسی سنت ثابتہ کی ضد واقع اور اس کا فعل فعل سنت کا مزیل ورافع ہو وہ بیشک ممنوع ومذموم ہے جیسے السلام علیکم کی جگہ آج کل عوام ہند میں آداب مجرا کورنش، بندگی کا رواج ہے۔۔۔ اگر غریب بندے بعض معززوں سے بطریق سنت مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السلام علیکم کہیں اپنے حق میں گویا گالی سمجھیں، اس احداث نے ان سے سنت سلام اٹھادی۔ یہ بیشک ذم وانکار کے لائق ہے۔ بخلاف دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے کہ بالفرض اگر سنت میں ایک ہی ہاتھ کا رواج تھا تو دو ہاتھ سے مصافحہ سے وہ بھی ادا ہوئی اور اس کے ساتھ ایک اور امر زائد ہوا جو کسی طرح اس کے منافی نہ تھا، اس میں سنت ثابتہ کا اصلا رد ورفع نہیں پھر ممنوع ومذموم ٹھہرانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

انما البدع المذمومۃ ماتصادم السنن الثابتۃ[104]۔	بدعت مذمومہ وہی ہے جو سنن ثابتہ کا رد کرے۔

یہاں مصافحے کی نظیر تلبیہ حج ہے کہ صحاح ستہ میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اسی قدر منقول:

لبیك اللھم لبیك، لبیك لاشریك لك لبیك، ان الحمد والنعمۃ لك والملك، لا شریك لك۔

پھر خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما باآں شدت اتباع سنت اس میں یہ لفظ بڑھایا کرتے:

لبیك وسَعدَیْك وَالْخَیْرُ بِیَدَیْك وَالرَّغْبَاءُ اِلَیْك وَالْعَمَل۔

اور یہ زیادت امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی فرماتے کما اخرجہ مسلم[105]۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لبیك عدد التراب زیادہ کیا اخرجہ اسحق بن راھویۃ فی مسندہ[106]۔

اور سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لبیك ذا النعماء والفضل الحسن بڑھایا اخرجہ ابن سعد فی الطبقات[107]

---

[104] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[105] صحیح مسلم کتاب الحج باب التلبیۃ وصفتھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۵

[106] نصب الرایۃ بحوالہ اسحق بن راہویہ کتاب الحج باب الاحرام نوریہ رضویہ لاہور ۳/ ۲۹

[107] نصب الرایۃ بحوالہ ابن سعد فی الطبقات کتاب الحج باب الاحرام نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۰

ہمارے علماء اس کی وجہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

ان المقصود الثناء واظهار العبودية فلايمنع من الزيادة عليه۔قاله الامام برهان الدين علی ابو الحسن الفرغانی قدس الله تعالٰی سره الصمدانی فی الهداية ثم الامام فخر الدين الزيلعی فی تبيين[108] الحقائق شرح كنز الدقائق وغيرهما فی غيرهما۔	تلبیہ سے مقصود اللہ تعالٰی کی تعریف اور بندگی کا اظہار ہے تو اس پر اور کلمات بڑھانا ممنوع نہیں(اسے برہان الدین علی ابو الحسن فرغانی قدس سرہ الصمدانی نے ہدایہ میں پھر امام فخر الدین زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں اور دیگر حضرات نے اپنی کتابوں میں فرمایا۔(ت)

یونہی جبکہ مصافحے سے اظہار محبت وازدیاد الفت مقصود تو دوسرے ہاتھ کی زیادت کہ ہرگز اس کے منافی نہیں بلکہ بحسب عرف بلد مؤید ومؤکد ہے۔زنہار ممنوع نہیں ہوسکتی۔

تاسعًا: دونوں ہاتھ سے مصافحہ مسلمانوں میں صدہا سال سے متوارث،ائمہ دین کی عبارتیں اوپر گزریں اور اس کا زمانہ تبع تابعین میں ہونا بھی معلوم ہولیا۔خود ائمہ تبع تابعین نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔تمام بلاد اسلام مکہ معظّمہ ومدینہ طیبہ سے ہندوسندھ تک علماء وعوام اہل اسلام دونوں ہاتھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور جو بات مسلمانوں میں متوارث ہو بے اصل نہیں ہوسکتی۔امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

انه المتوارث ومثله لايطلب فيه سند بخصوصه[109]۔	وہ متوارث ہے اور ایسی چیز کے لئے کوئی خاص سند درکار نہیں ہوتی۔

محقق علائی دمشقی شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

ان المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم[110]۔	بے شک یہ امر مسلمانوں میں متوارث ہے تو ان کا اتباع ضرور ہوا۔

[108] الهداية کتاب الحج باب الاحرام المکتبة العربیہ کراچی ۱/۲۱۷،تبیین الحقائق کتاب الحج باب الاحرام المطبعة الکبرٰی بولاق مصر ۲/۱۱

[109] فتح القدیر کتاب السرقہ فصل فی کیفیة القطع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۵۳

[110] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلوٰة باب العیدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۷

عاشراً حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

خالقوا الناس باخلاقھم اخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین[111]۔	لوگوں سے وہ برتاؤ کرو جس کے وہ عادی ہو رہے ہیں (اس کو حاکم نے روایت کیا اور اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا۔ت)

یہ حدیث عسکری نے کتاب الامثال میں یوں روایت کی: خالطوا الناس باخلاقھم[112]۔ لوگوں کے ساتھ ان کی عادتوں سے میل کرو۔ ولہٰذا ائمہ دین ارشاد فرماتے ہیں لوگوں میں جو امر رائج ہو جب تک اس سے صریح نہی ثابت نہ ہو ہرگز اس میں اختلاف نہ کیا جائے بلکہ انھیں کی عادات واخلاق کے ساتھ ان سے برتاؤ چاہئے۔ شریعت مطہرہ سنی مسلمانوں میں میل پسند فرماتی ہے اور ان کو بھڑکانا۔ نفرت دلانا۔ اپنا مخالف بنانا، ناجائز رکھتی ہے۔ بے ضرورت تامہ لوگوں کی راہ سے الگ چلنا سخت احمق جاہل کا کام ہے۔ امام حجۃ الاسلام قدس سرہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

الموافقۃ فی ہذہ الامور من حسن الصحبۃ والعشرۃ اذ المخالفۃ موحشۃ وکل قوم رسم ولا بد من مخالطۃ الناس باخلاقھم کما ورد فی الخبر لاسیما اذا کانت اخلاقًا فیھا حسن العشرۃ والمجاملۃ وتطیب القلب بالمساعدۃ[113]۔	ان امور میں لوگوں سے موافقت صحبت ومعاشرت کی خوبی سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت دلاتی ہے اور ہر قوم کی ایک رسم ہوتی ہے اور بالضرورۃ لوگوں کے ساتھ ان کی عادات کا برتاؤ کرنا چاہئے، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا، خصوصًا وہ عادتیں جن میں اچھا برتاؤ اور نیک سلوک اور موافقت کرکے دل خوش کرنا ہے۔

یہاں تک کہ فرمایا:

کذالک سائر انواع المساعدات اذا قصد بھا تطییب القلب واصطلح علیھا	ایسے ہی مساعدت کی ساری قسمیں جبکہ اس سے دل خوش کرنا منظور ہو اور کچھ لوگوں نے وہ روش

[111] المغنی عن حمل الاسفار مع احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد مطبعہ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[112] کنز العمال بحوالہ العسکری فی الامثال حدیث ۵۲۳۰ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/ ۱۹

[113] احیاء العلوم کتاب آداب السماع الوجد المقام الثالث من السماع مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

جماعة فلا باس بمساعدتهم علیها بل الاحسن المساعدة الافیما ورد فیه نهی لایقبل التاویل[114]۔	قرار دے لی ہو تو ان کے موافق ہو کر اس پر عمل کرنا کچھ مضائقہ نہیں رکھتا۔ بلکہ موافقت کرنا ہی بہتر ہے۔ مگر جس امر میں شرع سے ایسی نہی آگئی ہو جو قابل تاویل نہیں۔

عین العلم میں ہے:

الاسرار بالمساعدة فیما لم ینه عنه و صار معتادا بعد عصرهم حسنة وان کان بدعة[115]۔	جس امر میں شرع سے نہی نہ آئی اور صدر اول کے بعد معمول ہو اس میں موافقت کرکے لوگوں کو خوش کرنا اچھا ہے اگرچہ بدعت ہی سہی۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے رسالہ جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلٰوۃ فی النعال میں یہ مضمون بہت حدیثوں سے ثابت کیا اور بیشک مقصود شرع کے یہی مطابق ہے مگر جن لوگوں کو مقاصد شریعت سے کچھ غرض نہیں اپنی ہوائے نفس کے تابع ہیں وہ خواہی نخواہی ذرا ذرا سی بات میں مسلمانوں سے الجھتے اور ان کی عادات و افعال کو جن پر شرع سے اصلا ممانعت ثابت نہیں کرسکتے ممنوع و ناجائز قرار دیتے ہیں۔ حاشا کہ ان کی غرض حمایت شرع ہو ____ حمایت شرع چاہئے تو جن امور کی تحریم و ممانعت میں کوئی آیت و حدیث نہ آئی خواہ مخواہ بزور زبان انھیں گناہ و مذموم ٹھہرا کر شرع مطہر پر افتراء کیوں کرتے۔ قال اللہ تعالٰی:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ"[116]	اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلانہ ہوگا۔ (ت)

بلکہ صرف مقصود ان حضرات کا عوام مسلمین میں تفرقہ ڈالنا اور براہ تلبیس و تدلیس اپنے لئے ایک جدا روش نکالنا اور اس کے ذریعہ سے اپنی شہرت کے سامان جمع کرنا ہے کہ اگر وہی مسائل بیان کریں جو تمام علماء اسلام فرماتے ہیں تو ان جیسے اور ان سے بہتر ہزاروں لاکھوں ہیں۔ یہ خاص کرکے کیوں کر گنے جائیں۔ ہاں

[114] احیاء العلوم کتاب آداب السماع والوجد المقام الثالث من السماع مطبعة المشهد الحسینی قاہرہ ۲/ ۳۰۵

[115] عین العلم الباب التاسع فی الصمت الخ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

[116] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

جب یوں فتنہ ڈالیں اور نیا مذہب نکالیں گے تو آپ ہی نزدیک ودور معروف ومشہور ہوجائیں گے۔ آخر نہ دیکھا کہ امام علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرمایا کہ امام اجل قاضی عیاض رحمۃاللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا:

خروجه عن العادة شهرة ومكروه [117]۔	یعنی جس جگہ جو طریقہ لوگوں میں رائج ہے اس کی مخالفت کرنا اپنے آپ کو مشہور بنانا شرعاً مکروہ وناپسند ہے۔

اسی طرح مجمع بحارالانوار میں منقول:

هو على عادة البلدان فالخروج عنها شهرة ومكروه [118]۔	یہ علاقوں کی عادت پر ہے جس سے خروج نری شہرت اور ناپسندیدگی ہے۔(ت)

اسی کو مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح مشکوٰۃ میں ناقل کہ:

خروج از عادت واہل بلد موجب شہرت است ومکروہ است [119]۔	علاقہ والوں کی عادت سے خروج شہرت کے لیے ہوتا ہے اور یہ ناپسند بات ہے۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لبس ثوب شهرة البسه الله يوم القيمة ثوب مذلة ثم يلهب فيه النار۔ رواه ابوداؤد [120] وابن ماجة عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما بسند حسن۔	جو شہرت کا لباس پہنے اللہ تعالٰی اسے روز قیامت ذلت کا کپڑا پہنائے پھر اس میں آگ بھڑکادی جائے۔(اس کو ابوداؤد وابن ماجہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند حسن روایت کیا۔ت)

جب دو ہاتھوں سے مصافحہ اب تمام مسلمانوں میں رائج اور تم کسی حدیث سے اس کی ممانعت ثابت نہیں کرسکتے تو بلاوجہ عادت مسلمین کا خلاف کرنا سوا اپنی شہرت چاہنے نکو بننے اور اس وعید شدید

[117] الحدیقہ الندیہ الباب الثانی الصنف التاسع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲ /۵۸۲

[118]

[119] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳ /۵۷۰

[120] سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب فی لبس الشھرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۰۲، سنن ابن ماجہ کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۶

کے مستحق ہونے کے اور کس غرض پر محمول ہوسکتا ہے ____ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو توفیق رفیق عنایت فرمائے (آمین!)
یہ چند جملے ہیں کہ بطور اختصار بر سبیل ارتجال زبان قلم سے سیر زد ہوئے اور وہ مباحث نفیسہ واصول جلیلہ جن کی طرف ضمن کلام میں جابجا اشارہ ہوا اگر ان کی تحقیق تام وتنقیح تمام پر آئیں تو مبسوط کتابیں لکھنا چاہئے جسے بیان کافی وارشاد شافی پر اطلاع منظور ہو کتب علماء مثل اذاقۃ الاثام واصول الرشاد وغیرہما تالیف طیبات امام المحققین سراج المدققین حضرت والد قدس سرہ الماجد کی طرف رجوع کرے۔ امید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ مصافحہ بالیدین میں یہ مباحث رائقہ وابحاث فائقہ خاص علم فقیر کا حصہ ہوں۔ والحمدللہ رب العلمین والصلٰوۃ والسلام علی سید المرسلین والہ وصحبہ اجمعین۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ
بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ
"صفائح اللجین فی کون التصافح بکفی الیدین"
ختم شد